اداریہ

یوم خلافت

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے اپنے وعدوں کے مطابق نظام خلافت کو قائم فرمایا اور ان تمام برکات وافضال کا بھی وارث بنایا جو مبایعین خلافت کے لئے مقدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم فضل واحسان کے شکریہ کے طور پر ہم ہر سال 27 مئی کو یوم خلافت مناکر خلافت کی ضرورت، شرائط، اطاعت اور برکات کا ذکر خیر کرتے ہیں اور منکرین خلافت کی پسماندگی، ناکامی اور بدحالی کی تاریخ بھی بیان کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ 1956ء کے موقع پر ہر سال یوم خلافت منانے کی ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

''خلافت کی برکات کو یاد رکھیں اور کسی چیز کو یاد رکھنے کے لئے پرانی قوموں کا یہ دستور ہے کہ وہ سال میں اس کے لئے خاص طور پر ایک دن مناتی ہیں۔ .... **میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن خلافت ڈے کے طور پر منایا کریں**۔ اس میں وہ خلافت کے قیام پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور پرانی تاریخ کو دہرایا کریں۔ پرانے اخبارات کا ملنا تو مشکل ہے، لیکن الفضل نے پچھلے دنوں ساری تاریخ کو از سر نو بیان کر دیا ہے۔ اس میں وہ گالیاں بھی آ گئی ہیں جو پیغامی لوگ حضرت خلیفہ اوّل کو دیا کرتے تھے اور خلافت کی تائید میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جو دعوے کئے ہیں وہ بھی نقل کر دیے گئے ہیں۔ تم اس موقعہ پر اخبارات سے یہ حوالے پڑھ کر سناؤ۔ اگر سال میں ایک دفعہ خلافت ڈے منالیا جایا کرے تو ہر سال چھوٹی عمر کے بچوں کو پرانے واقعات یاد ہو جایا کریں گے۔ پھر تم یہ جلسے قیامت تک کرتے چلے جاؤ تا جماعت میں خلافت کا ادب اور اس کی اہمیت قائم رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خدا کرے ان کی خلافت دس ہزار سال تک قائم رہے، مگر یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم سال میں ایک دن اس غرض کے لئے خاص طور پر منانے کی کوشش کرو۔ میں مرکز کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی ہر سال سیرت النبیؐ کے جلسوں کی طرح خلافت ڈے منایا کرے اور ہر سال یہ بتایا کرے کہ جلسہ میں ان مضامین پر تقاریر کی جائیں۔ الفضل سے مضامین پڑھ کر نوجوانوں کو بتایا جائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خلافت احمدیہ کی تائید میں کیا کچھ فرمایا ہے اور پیغامیوں نے اس کے رد میں کیا کچھ لکھا ہے۔ اسی طرح وہ رویا وکشوف بیان کئے جایا کریں جو وقت سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے دکھائے اور جن کو پورا کر کے خدا تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ اس کی برکات اب بھی خلافت سے وابستہ ہیں''۔ **(الفضل۔ یکم مئی 1957ء)**

تمام مجالس سے یہ گذارش ہے کہ حسب سابق حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کے ارشاد کی روشنی میں اس سال بھی یوم خلافت منانے کا اہتمام فرمائیں اور ہمیشہ اس امر کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

☆☆☆

ہمارے درمیان نہیں۔ اسی فکر میں کیا دیکھتا ہوں یہ خواب نہ تھا بیداری تھی۔ میری آنکھیں کھلی تھیں۔ میں درودیوار کو دیکھتا تھا۔ کمرے کی چیزیں نظر آرہی تھیں۔ میں نے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہوا نور ہے۔ نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے۔ نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء۔ اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک سفید چینی کے پیالے میں دودھ تھا جو مجھے پلایا گیا۔ جس کے بعد معاً مجھے آرام ہوگیا اور کوئی تکلیف نہ رہی۔ اس قدر حصہ میں نے سنایا تھا۔ اس کا دوسرا حصہ اس وقت میں نے نہیں سنایا۔ اب سناتا ہوں۔ وہ پیالہ جب مجھے پلایا گیا تو معاً میری زبان سے نکلا۔ میری (جماعت) بھی کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ میری (جماعت) کوئی نہیں۔ تم میرے بھائی ہو مگر اس نسبت سے جو آنحضرت ﷺ سے حضرت مسیح موعودؑ کو ہے یہ فقرے نکلے۔ جس کام کو مسیح موعودؑ نے جاری کیا تھا اپنے موقع پر وہ امانت میرے سپرد ہوئی ہے۔ پس دعائیں کرو اور تعلقات بڑھاؤ اور قادیان آنے کی کوشش کرو اور بار بار آؤ۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا اور بار بار سنا ہے کہ جو یہاں بار بار نہیں آتا اندیشہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص ہو۔ (دین حق) کا پھیلانا ہمارا پہلا کام ہے۔ مل کر کوشش کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کی بارش ہو۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں، پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں۔ اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں۔ کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں میں نے سلسلہ کے افراد کے لئے دعا نہ کی ہو۔ مگر اب آگے سے بھی زیادہ یاد رکھوں گا۔ مجھے کبھی پہلے بھی دعا کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پھر سنو کہ کوئی کام ایسا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عہد شکن کیا کرتے ہیں۔ ہماری دعائیں یہی ہوں کہ ہم (مومن) جئیں اور (مومن) مریں۔ آمین"

(الفضل 21 مارچ 1914ء)

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

8 نومبر 1965ء بعد از نماز عشاء بیت مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کھڑے ہو کر تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد رقت بھرے الفاظ میں نظام خلافت کے متعلق عہد کو دہرایا۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ:-

"یہ ایک عہد ہے جو صمیم قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ عالم الغیب ہے، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ لعنتی ہے وہ شخص جو فریب سے کام لیتا ہے، میں نے آپ لوگوں کے سامنے دہرایا ہے۔ میں حتی الوسع تبلیغ (دین حق) کے لئے کوشش کرتا رہوں گا اور آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا سلوک کروں گا۔ چونکہ آپ نے مجھ پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالی ہے اس لئے میں آپ

سے امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی اپنی دعاؤں اور مشوروں سے میری مدد کرتے رہیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے جیسے حقیر اور عاجز انسان سے وہ کام لے جو احمدیت کی (تشہیر)، (دین حق) کی اشاعت اور توحید الٰہی کے قیام کے لئے ضروری ہے اور اپنی رحمت فرماتے ہوئے میرے دل پر آسمانی نور نازل فرمائے اور مجھے وہ کچھ سکھائے جو انسان خود نہیں سیکھ سکتا۔

میں بڑا ہی کم علم ہوں، نا اہل ہوں، مجھ میں کوئی طاقت نہیں، کوئی علم نہیں۔ جب میرا نام تجویز کیا گیا تو میں لرز اٹھا اور میں نے دل میں کہا کہ میری کیا حیثیت ہے پھر ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ہمارے پیارے امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی بہت سی نعمتوں اور برکتوں سے نواز اتھا فرمایا ہے۔

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

جب ہمارے پیارے امام نے ان الفاظ میں اپنے خدا کو مخاطب فرمایا ہے اور اس کے حضور اپنے آپ کو ''کرم خاکی'' قرار دیا ہے تو میں تو اس اپنے آپ کو ''کرم خاکی'' کہنے والے سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا، لیکن ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ میں بے شک ناچیز ہوں اور ایک بے قیمت مٹی کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مٹی کو بھی نور بخش سکتا ہے اور اس مٹی میں بھی وہ طاقتیں اور قوتیں بھر سکتا ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔ وہ اس مٹی میں ایسی چمک دمک پیدا کر سکتا ہے جو سونے اور ہیروں میں نہ ہو۔ غرضیکہ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں اپنی کمزوریوں کو بیان کر سکوں۔ اس لئے آپ دعاؤں سے میری مدد کریں۔ جہاں تک ہو سکے گا میں آپ میں سے ہر ایک کی بھلائی کی کوشش کروں گا۔ اختلاف تو ہم بھائیوں میں بھی ہو سکتا ہے، لیکن اختلاف کو انشقاق اور تفرقہ اور جماعت میں انتشار کا موجب نہیں بننا چاہیے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کے وقت اور بعد میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ہر فرد نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم جماعت میں تفرقہ پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کے لئے جو قربانی ہمیں دینی پڑے ہم دیں گے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ ہم اپنے مفاد کی خاطر جماعت کے مفاد کو قربان کر دیں بلکہ بہر صورت ہم جماعت کے مفاد کو مقدم کریں گے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی عطا فرمائی اور جو کام خدا تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا تھا اسے انہوں نے پوری طرح نبھایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو ترقی دیں اور اس میں کمزوری نہ آنے دیں۔

اس بارے میں کل ایک دوست نے مجھ سے بات کرنا چاہی تو میں نے کہا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں کوئی فرد اپنے مفاد کے لئے جماعت کے مفاد کو قربان نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ہر فرد خدا کا ہے، مسیح موعود کا ہے، جماعت کا ہے۔ ہماری طرف سے کوئی کمزوری اور فتنہ نہ ہوگا۔

پس اب خدا تعالیٰ نے جو یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی ہے اور اس کام کے لئے آپ نے مجھے منتخب کیا ہے۔

میں بہت کمزور انسان ہوں اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ دعاؤں سے میری مدد کریں کہ خدائے تعالیٰ مجھے توفیق بخشے کہ میں اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرسکوں اور خدمت دین اور اشاعت (دین حق) میں کوئی روک پیدا نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کام ترقی کرتا چلا جائے حتیٰ کہ (دین حق) دنیا کے تمام ادیان باطلہ پر غالب آجائے۔

آپ مجھے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ پائیں گے کیونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ہماری اس طرح تربیت کی ہے۔ میں چھوٹا تھا اور اب اس عمر کو پہنچا ہوں ہم نے یہی محسوس کیا کہ حضور کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میرے بچے دنیا کے لئے خیر کا منبع ہوں۔ کسی کو ان سے تکلیف نہ پہنچے۔ اس خواہش کا حضور نے اپنے ایک شعر میں یوں اظہار فرمایا ہے۔

الٰہی خیر ہی دیکھیں نگاہیں

پھر مجھے جو ماں ملی (یعنی حضرت اماں جان) جس نے میری تربیت کی ویسی ازواج مطہرات کے بعد ماں کسی کو نہیں ملی۔ یعنی (حضرت اماں جان)۔ وہ ایسی تربیت کرتی تھیں کہ دنیا کا کوئی ماہر نفسیات ایسی تربیت نہیں کرسکتا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دو یتیم بچوں (بہن بھائی) کو حضرت (اماں جان) نے پالا تھا۔ آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے نہلایا دھلایا اور ان کی جوئیں خود نکالیں۔ مجھے وہ کمرہ بھی یاد ہے جہاں دستر خوان بچھا تھا اور جس پر حضرت اماں جان نے اپنے ساتھ ان بچوں کو کھانے کے لئے بٹھایا، لیکن معلوم نہیں مجھے اس وقت کیا سوجھی کہ میں ان کے ساتھ نہ بیٹھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن مجھے حضرت اماں جان نے کھانا نہیں دیا۔ یہاں تک کہ شام کو میں نے خود مانگ کر کھانا کھایا۔

اس میں ایک سبق تھا کہ جس کو دنیا یتیم کہتی ہے، مسکین کہتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کے بندے سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی حفاظت کریں اور ان کے نگران بنیں۔

(الفضل 17 نومبر 1965ء)

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ

سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافت کے نہایت ہی بابرکت منصب پر متمکن ہونے کے معاً بعد مورخہ ۱۰ احسان ۱۳۶۱ہش (۱۰ جون ۱۹۸۲ء) بروز جمعرات بعد نماز ظہر بیت مبارک میں اراکین مجلس انتخاب خلافت سے جو نہایت ہی پرسوز خطاب فرمایا وہ ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔

تشہد تعوذ اور تسمیہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''مجھے سیکرٹری صاحب (مجلس شوریٰ سابق) نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (اللہ تعالیٰ ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے ان کے تمام مقاصد کو کامیاب کرے۔ تمام نیک کام جن کی بنیادیں انہوں نے رکھیں، ہم سب کو ان کو محض رضائے باری تعالیٰ کے جذبے سے معمور ہو کر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے) کا انتخاب ہوا تو آپ نے سب سے پہلے مختصر خطاب فرمایا اور اس کے بعد بیعت لی۔

میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ اپنے لئے بھی دعا کریں اور میرے لئے بھی دعا کریں کہ:۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ■ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا ■ وَارْحَمْنَا ■ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ○ (البقرہ آیت: ۲۸۷)

یہ ذمہ داری اتنی سخت ہے، اتنی وسیع ہے اور اتنی دل

ہلا دینے والی ہے کہ اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بستر مرگ پر آخری سانس لینے کے قریب یہ فقرہ ذہن میں آ جاتا ہے:

اَللّٰھُمَّ لَا لِیْ وَلَا عَلَیَّ

یہ درست ہے کہ خلیفہ وقت خدا بناتا ہے اور ہمیشہ سے میرا اسی پر ایمان ہے اور مرتے دم تک، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسی پر ایمان رہے گا۔ یہ درست ہے کہ اس میں کسی انسانی طاقت کا دخل نہیں اور اس لحاظ سے بحیثیت خلیفہ اب مَیں نہ آپ کے سامنے، کسی کے سامنے جواب دہ ہوں، نہ جماعت کے کسی فرد کے سامنے جواب دہ ہوں، لیکن یہ کوئی آزادی نہیں کیونکہ میں براہ راست اپنے رب کے حضور جوابدہ ہوں۔ آپ تو میری غلطیوں سے غافل ہو سکتے ہیں۔ آپ کی میرے دل پر نظر نہیں۔ آپ شاہد و غائب کی باتوں کا علم نہیں جانتے۔ میرا رب میرے دل کی پاتال تک دیکھتا ہے۔ اگر جھوٹے عذر ہوں گے تو انہیں قبول نہیں فرمائے گا۔ اگر اخلاص اور پوری طرح وفا کے ساتھ، تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے مَیں نے کوئی فیصلہ کیا تو اس کے حضور صرف وہی پہنچے گا۔ اس لئے میری گردن کمزوروں سے آزاد ہوئی، لیکن کائنات کی سب سے طاقتور ہستی کے حضور جھک گئی اور اس کے ہاتھوں میں آئی ہے۔

یہ کوئی معمولی بوجھ نہیں۔ میرا سارا وجود اس کے تصور سے کانپ رہا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی رہے۔ اُس وقت تک زندہ رکھے جس وقت تک مَیں اس کی رضا پر چلنے کا اہل ہوں اور توفیق عطا فرمائے کہ ایک لمحہ بھی اس کی رضا کے بغیر میں نہ سوچ سکوں، نہ کرسکوں۔ وہم و گمان بھی مجھے اس کا پیدا نہ ہو۔ سب کے حقوق کا خیال رکھوں اور انصاف کو قائم کروں جیسا کہ (دین حق) کا تقاضا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انصاف کے قیام کے بغیر احسان کا قیام بھی ممکن نہیں اور احسان کے قیام کے بغیر وہ جنت کا معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا جسے اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کا نام دیا گیا ہے۔ اس لئے سب دعائیں کریں۔ پیشتر اس کے کہ مَیں بیعت کا آغاز کروں مَیں چاہتا ہوں کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے درخواست کروں کہ (رفقاء) کی نمائندگی میں آگے تشریف لاکر پہلا ہاتھ وہ رکھیں۔ میری خواہش ہے، میرے دل کی تمنا ہے کہ وہ ہاتھ جس نے سیدنا (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہاتھ) کے ہاتھوں کو چھوا ہے وہ پہلا ہاتھ ہو جو میرے ہاتھ پر آئے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں۔ اس کے بعد بیعت کا آغاز ہوگا"۔

چنانچہ تمام اراکین مجلس نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور پھر حضور نے نہایت ہی پرسوز اجتماعی دعا کرائی۔ دعا کے بعد سب ممبران نے حضور سے مصافحہ وملاقات کا شرف حاصل کیا۔

(الفضل 19 جون 1982ء)

تحریک وقفِ زندگی وداخلہ جامعہ احمدیہ

امرائے اضلاع، صدر صاحبان، مربیان کرام و معلمین سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''میں جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دے اور نوجوان زندگیاں وقف کریں۔ ہر احمدی گھر سے ایک نوجوان ضرور اس کام کے لئے پیش کیا جائے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ہر سال کم از کم پچاس طالبعلم آنے چاہئیں۔ سو ہوں تو بہتر ہے''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:۔

''جس تعداد میں جامعہ احمدیہ میں نوجوان داخل ہوتے ہیں اور باقاعدہ مربی بنتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ضروریات کے ہزارویں حصہ کو بھی پورا نہیں کرتے''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''آئندہ سو سالوں میں دین حق نے جس کثرت سے ہر جگہ پھیلنا ہے اس کے لئے لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں۔ ایسے واقفین زندگی چاہئیں جو خدا کی راہ میں حضرت محمد ﷺ کے غلام ہوں۔ ہر طبقہ زندگی سے کثرت کے ساتھ واقفین زندگی چاہئیں''۔

جامعہ احمدیہ میں طلبہ کی تعداد بڑھانے کے لئے مجلس مشاورت 1961 کا فیصلہ یہ ہے۔

''ہر ضلع کی جماعت 250 چندہ دہندگان پر کم از کم ایک میٹرک پاس طالبعلم جامعہ احمدیہ میں برائے تعلیم بھجوائیں''۔

امرائے اضلاع و صدر صاحبان / مربیان کرام و معلمین سلسلہ سے درخواست ہے کہ اپنے حلقہ سے زیادہ سے زیادہ ذہین، ہونہار خدمت دین کا شوق رکھنے والے مخلص طلبہ جامعہ احمدیہ میں بھجوانے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں زیادہ سے زیادہ برکت عطا فرمائے۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفین زندگی کا انٹرویو میٹرک کے نتیجے کے بعد ہوگا۔ امیدواران کو ہدایت فرمائیں کہ وہ داخلہ کے لئے ابھی سے اپنی درخواست مقامی جماعت کے امیر صاحب / صدر صاحب کی وساطت سے وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو بھجوائیں اور میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ کی اطلاع دیں۔ درخواست میں نام، ولدیت، تاریخ پیدائش، عمر اور مکمل پتہ درج کریں۔ امیدواران قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں۔ دینی معلومات اور معلومات عامہ کو بہتر بنائیں۔ نیز روزنامہ الفضل اور جماعتی رسالہ جات کا مطالعہ کرتے رہیں اور خدام الاحمدیہ کی مرکزی تربیتی کلاس ربوہ میں شامل ہوں۔

انٹرویو کے لئے معین تاریخ کا اعلان روزنامہ الفضل میں کر دیا جائے گا۔ امیدوار کا میٹرک میں کم از کم B گریڈ ہونا ضروری ہے۔ میٹرک پاس امیدوار کے لئے عمر کی حد 17 سال اور ایف اے / ایف سی پاس کے لئے عمر کی حد 19 سال ہے۔

واقفین نو کیلئے اہم اعلان

اس سال میٹرک کا امتحان دینے والے ایسے واقفین نو طلباء جو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے خواہش مند ہیں وہ داخلہ کے لئے ابھی سے اپنی درخواست والد / سرپرست کی تصدیق کے ساتھ اور مقامی جماعت کے امیر صاحب / صدر صاحب کی وساطت سے وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال کریں تاکہ داخلہ کے انٹرویو سے پہلے ضروری دفتری کارروائی مکمل کی جا سکے۔ درخواست میں نام، ولدیت، تاریخ پیدائش، مکمل پتہ اور حوالہ وقف نو درج کریں۔ میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ (حاصل کردہ نمبر / گریڈ) کی اطلاع دیں۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

☆☆☆

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری سفر

بعض چشم دید حالات و واقعات

(حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب)

جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے اور میری طبیعت گھبرائی تو میں نے ایک نظم میں عرض حال کیا جس کا ایک شعر تھا۔

اپنے اکمل کو بُلا لیجئے جلدی حضرت
دیکھنا چاہتا ہے وہ بھی مکانِ لاہور

حضور انور نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے فرمایا "ان کو بلا لیا جائے"۔ چنانچہ انہوں نے مجھے منظوری کا خط لکھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ رجسٹر خریداروں کی چٹیں، ضروری کاغذات مع کاتب لے کر آئیں تا بدر لاہور سے شائع کرنے کا انتظام بھی فوری کیا جائے۔ خاکسار دوسرے تیسرے روز حاضر ہو گیا۔ ڈیکلریشن اخبار کا انتظام پنجاب سماچار کے ذریعے کیا گیا۔ اُن ایام میں حضورؑ نے پیغام صلح نام سے ایک رسالہ لکھنا شروع کیا تا ہندو مسلم اتحاد پائیدار اور مستحکم ہو کر امن قائم رہے۔ رؤسا اور اکابر شہر کی دعوت کی گئی جس میں کھانے سے پیشتر حضورؑ کی تقریر دلپذیر ہوئی جو خاکسار کو لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور "البلاغ المبین" کے نام سے چھاپی گئی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہوی کو ایک مباحثہ کی اجازت دینے سے پہلے حضورؑ نے یہ ہدایت کی کہ بنیادی بات وفات مسیح ابن مریم ہے سب سے اوّل اسی کا تصفیہ ہو پھر جمہور اہل اسلام جو مسیح موعود کی آمد کے منتظر ہیں۔ اس بارے میں آیاتِ قرآن و احادیث الرسول کے صحیح معانی سمجھ سکیں گے اور ظاہر ہو جائے گا کہ آنے والا اسی اُمت محمدیہؐ کا ایک فرد کامل ہے۔ یہ لوگ ان بنیادی امور کے تصفیہ کے بغیر فروعی اعتراضات کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے کو ٹلی لکھ دیا تھا وہاں سے میرا بھائی مولوی محمد نور الدین بھی پہنچ گیا اور ساتھ میرے ماموں زاد رشید احمد ارشد کو لایا جو اسی مہینے آٹھ نو سال کی عمر میں یتیم رہ گیا تھا اور اس کی والدہ کی درخواست تھی کہ حضورؑ اس کے سر پر دستِ شفقت رکھیں۔ میں نے یہ عرضی پیش کر دی اور آپؑ نے سر پر ہاتھ رکھا۔ یہی آخری نماز اور صحبت تھی جس کا مجھے سان گمان بھی نہ تھا کہ پس پردہ تقدیر کیا ہونے والا ہے۔ حضورؑ شام کو سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر کھانا کھایا۔ اسہال کا دورہ تو پہلے ہی سے تھا۔ رات حضرت مفتی صاحب جو اکثر پڑھے لکھے صاحب لوگوں کو تبلیغ کے لئے نکل جایا کرتے تھے مجھے بھی ساتھ لے گئے اور ہم گیارہ بارہ بجے واپس آئے تو جلد ہی دو بجے کے قریب مفتی صاحب کو بلایا گیا۔ آپ نے مجھے کہا کہ کوئی الہام وغیرہ ہوگا یا رسالہ زیر تالیف کے متعلق۔ میں جلد واپس نہ آیا تو آپ صبح پنجاب سماچار والوں سے اخبار کی طباعت کے متعلق تمام امور طے کر کے آئیں۔ تین بجے تہجد کے لئے بیدار ہوا اور اوّل وقت نماز فجر تو ہمارا معمول تھا۔ اُس وقت پیغام پہنچا کہ حضورؑ کی طبیعت بہت ناساز ہے۔ دعا کی جائے۔ نماز کے بعد پھر یہ پیغام آیا کہ دعا کی جائے جس سے فکر پیدا ہوا، مگر تفصیل نہ معلوم ہوئی کہ کیا حالت ہے اور کیا علالت۔ پھر میں تو پنجاب

سماچار کے دفتر چلا گیا۔ وہاں اُس کے مالک سے بہت دیر کے بعد ملاقات ہوئی اور ضروری امورِ طباعت طے کئے۔

جب مَیں واپس آیا تو منظر پریشان کن تھا۔ اِدھر اُدھر بعض احباب آ جا رہے تھے۔ مَیں جس کمرے میں حضورؑ فروکش تھے اُس کے برآمدے میں گیا۔ اتنے میں مفتی صاحب اندر سے نکلے۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ تو وہ بغیر کچھ زبانی کہنے کے بازو سے پکڑ کر مجھے اندر لے گئے۔ وہاں حضورؑ ایک چارپائی پر چادر میں لپٹے تھے اور چہرہ مبارک کھلا تھا۔ مجھ پر خودرفتگی سی طاری ہوگئی اور مَیں اپنا سر نیاز جبین مبارک تک لے گیا۔ مفتی صاحب آئے اور مجھے بازو سے پکڑ کر باہر لے آئے اور مَیں مبہوت سا ہو کر رہ گیا۔

اور ساتھ ہی گلی سے دوسرے جانب جس کمرے میں اُترا ہوا تھا وہاں اسی عالم خودرفتگی میں پہنچا۔ وہاں مہدی حسین صاحب بمع کتب کے پروف ریڈر بعد میں آئے یا پہلے ہی بیٹھے تھے۔ یکدم میری حالت متغیر ہوئی اور مَیں نے اونچی آواز سے رونا شروع کر دیا۔ مفتی صاحب بھی آ گئے۔

میر صاحب کہنے لگے یہ کیا بچوں کی سی چیخ و پکار ہے۔ مفتی صاحب نے کہا اسے اپنے ہادی اپنے مسیح و مہدی کی جدائی کا صدمہ ہے اور یہ کہتے ہوئے خود ان کی آواز بھرا گئی اور ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ تھوڑی دیر خاموشی کا عالم طاری رہا۔ پھر مَیں باہر نکلا۔ سڑک پر لوگوں کے ہجوم اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے اور مختلف آوازے کسے جا رہے تھے۔ ایک سوانگ بھی نکالا گیا۔ چارپائی کی ادوائن کی طرف ایک لاش سی رکھی اور "ہائے مرزا" کرتے جاتے۔ اتنے میں پولیس آ گئی اور اُس نے سڑک سے ہجوم کو ہٹا دیا اور آمد و رفت پر پابندی لگا دی۔ تمازتِ آفتاب پانی نایاب۔

حضورؑ کے جسد مطہر کو غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا اور حاضر الوقت احباب نے نماز جنازہ بھی ادا کی۔ ریل پر سفر کے لئے سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیا گیا اور برف بھی کافی وزن میں اور صندوق بھی مہیا کر لیا گیا۔ جنازہ چارپائی پر (جہاں تک مجھے یاد ہے) سٹیشن پر چار بجے کے قریب لے جایا گیا۔ رستہ میں کچھ مخالفانہ اور معاندانہ آوازیں سنائی دیتی تھیں مگر بہت کم۔ ہم کچھ افراد پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ مَیں نے دیکھا کسی دفتر سے دو چار بابو ہندو آ رہے تھے۔ وہ ایک طرف ادب سے کھڑے ہو گئے۔ ان کی اس شرافت کا اثر مجھ پر بہت ہوا۔ سٹیشن پر جنازہ تو دوسری طرف سے ایک مقررہ ویگن میں بعد ضروری کارروائی کے رکھوا دیا مگر مَیں آگے نہ جا سکا بلکہ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر جب میں شام کے بعد گیٹ سے گزرنے لگا تو ٹکٹ کلکٹر نے مجھے روک دیا۔ مجھے سٹیشن اور مختلف پلیٹ فارموں کی واقفیت نہ تھی۔ مَیں حیران پریشان بیٹھ گیا۔ حضرت مفتی صاحب کو جب معلوم ہوا تو ایک نوجوان کو بھیجا جو مجھے اندر لے گیا۔

گاڑی جس میں جنازہ تھا جا چکی تھی۔ اس کے بعد ایک گاڑی چلتی تھی جو تھرو امرتسر پہنچتی تھی۔ اس میں ہم سوار ہو کر امرتسر پہنچ گئے۔ آگے بٹالہ جانے والی گاڑی تیار تھی۔ اسی میں حضورؑ کا جنازہ تھا۔ اس میں سوار ہو کر بٹالے پہنچے۔ جنازے والا ویگن الگ کر لیا گیا تھا۔ مَیں اور بعض دوسرے احباب اسی پلیٹ فارم پر پڑے رہے۔ قادیان سے بھی کچھ دوست اور طالب علم پہنچ گئے تھے اور ساتھ ہی لاہور و امرتسر سے کئی بھائی آئے تھے۔

سحری کے وقت جنازہ کندھوں پر اٹھا کر پیدل ہی قادیان لے گئے۔ جو ضعیف یا مستورات تھیں وہ صبح روانہ

ہوئیں۔ مجھے بھی حضرت مفتی صاحب کی سفارش سے مکرم مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی اہلیہ کے یکہ پر آ گے یکہ بان کے ساتھ بیٹھ کر پہنچنے کا موقع مل گیا۔ وہاں اس مکان کے صحن میں جو زلزلہ کے دنوں میں بنوایا گیا تھا آخری زیارت کا شرف رجال و نساء نے حاصل کیا۔ اتنے میں باغ سے باہر شمالی جانب جو حصہ آم کے درختوں کا حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے منسوب تھا کنوئیں کے پاس ایک آم کے درخت کے نیچے ایک چارپائی بچھائی گئی جس پر مولوی محمد احسن صاحب امروہوی بیٹھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب بھی آ گئے۔ پھر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ایک دستاویز سے عبارت پڑھ کر سنائی۔ جس میں مرقوم تھا کہ ہم حسب وصایا و مشورہ ممبران صدر انجمن و بہ اتفاق اہل بیت و اجازت سیدہ (اماں جان) مولانا نورالدین صاحب کو جانشین و خلیفہ حضورؑ منظور کرتے ہیں۔

سب پرانے اور نئے احمدی ان کی بیعت کریں اور ان کا حکم ایسا ہی قابل تسلیم ہو گا جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ میری دید کے مطابق سب سے پہلے مولوی محمد احسن صاحب نے ہاتھ بڑھائے پھر سب حاضر الوقت نے۔ (دوسری بار بیعت بعد میں ہوئی) پھر جنازہ اس قبرستان تک پہنچایا گیا جس کی نشاندہی حضورؑ نے ایک بار میرے سامنے کی۔ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی قبر کے قریب ہی۔ فرمایا کہ یہاں مَیں نے قبر دیکھی جو چاندی کی تھی۔ آپ کے جسد اطہر کو لحد میں نہیں رکھا گیا جو قبر کے ایک طرف ہوتی ہے بلکہ درمیان میں۔ مَیں وہاں موجود نہ تھا خاص خاص لوگ تھے یا جو جرأت کر کے اکادکا پہنچ گئے۔ مَیں تو بے بلائے ابتداء ہی سے جھجک محسوس کرتا ہوں۔ غرض اس کے بعد احباب و (رفقاء) پر ایک سکینت سی قلوب پر نازل ہوئی اور وہ اُداسی اور پریشانی سی بہت حد تک دور ہو گئی۔ باوجود الہامات ''مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار'' اور ''مباش ایمن از بازیٔ روزگار'' اور ''الرحیل ثم الرحیل'' اور ''ان کی نعش کو کفن میں لپیٹ کر لائے''، ہمارے وہم و گمان میں بھی کبھی یہ نہیں آیا کہ یہ سانحہ ہونے والا ہے۔ ایسا ہی بیعت خلافت کے بعد یہ بات کبھی خیال میں نہ آئی کہ انعقادِ خلافت پر اعتراض اٹھائے جائیں گے۔ یا الوصیت کے الفاظ کی مختلف توجیہات ہوں گی۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی وفات پر معاً بعد صحابہؓ کا سب سے پہلا اجماع سب انبیاء کے وفات یافتہ ہونے پر ہوا۔ اسی طرح .... مسیح موعودؑ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے اجراء پر جب کہ قلوب مومنین ہر طرح سے مثل آئینہ صاف و شفاف تھے۔

مَیں نے اپنی یاد کے مطابق یہ واقعات لکھے ہیں اور اپنے دلی جذبات کو عبارت آرائی سے دیدہ دانستہ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ چند اشعار آخر میں پیش کرنے سے رہ نہیں سکا۔

جب چودھویں کا چاند وراءِ حجاب ہو
قائم مقامِ حق سے کوئی انتخاب ہو
تحریک یہ دلوں میں اُٹھی متفق کہ وہ
چہرے پہ جس کے نور بعد آب و تاب ہو
اے نورِ دیں خلافتِ احمد کے باب ہو
قدرت خدا کی ۔ ہادیٔ راہِ صواب ہو
ہر کس ہو نورِ دین تو نورانی ہو جہاں
دنیا مثالِ خلدِ بریں مستطاب ہو
اکمل ہے ایک ذرّۂ ناچیز ربوہ میں
اُس پہ نگاہِ لطف منور جناب ہو

(ماہنامہ ''خالد'' جولائی 1964ء)

☆☆☆

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہ

(مکرم شکیل احمد ناصر صاحب۔ ربوہ)

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وہ مخلص خادم تھے، جن کے بارے میں آپ نے فرمایا:-

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو کہ امت کا ہر فرد نوردین ہو جائے لیکن یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب ہر دل نور یقین سے بھر جائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے واقفیت رکھنے والے احباب یہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ جہاں کہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخلص رفقاء کا ذکر کیا ان میں سب سے مقدم آپ ہی کو رکھا اور آپ کے تذکرہ کے وقت حضور کی تحریر محبت کے جذبات سے موجزن دکھائی دیتی ہے۔ گو اس شہسوار حسن علیہ السلام کے حسن و احسان کی رعنائیوں سے آپ کے احباب اور فدائی تو کیا دشمن تک بھی محروم نہ رہے، مگر جو دلربائیاں قسام ازلی نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے لئے مقرر کردی تھیں، وہ دوسروں کے حصے میں نہ آسکیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سب مریدوں سے اوّل نمبر پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے ہیں:-

"میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان ...... اور سخت محبت و معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص بزرگ، متقی، عالم، صالح، حکیم، حاجی الحرمین، حافظ القرآن قوم کا قریشی، نسب کا فاروقی، جس کا نام نامی مع لقب گرامی مولوی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دین و دنیا میں بڑا اجر دے۔ وہ صدق و وفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے اوّل نمبر پر ہے"۔ **(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱ ترجمہ از عربی عبارت)**

قربانی کی کامل صفت

"مولوی حکیم نوردین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی (دین حق) میں عجب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا، مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں میں ان کی صحبت کا اثر ہے"۔ **(نشان آسمانی صفحہ ۳۱)**

اطاعت و عشق

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اس کو میرے دل سے عجیب تعلقات ہیں۔ میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بد زبانیاں اور وطن مالوف اور دوستوں کی مفارقت اختیار کرتا ہے۔ میرے کلام کے سننے کے لئے اس پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لئے وہ اپنے اصلی وطن کی یاد کو

چھوڑ دیتا ہے اور میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے اور میں اس کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۸۱ ترجمہ از عربی عبارت)

تکفیر کی صداؤں میں تصدیق کرنے والا

"انہوں نے ایسے وقت میں بلاتردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہو گئے تھے۔ تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۷)

بے نظیر خدمات

حضور علیہ السلام بیان کرتے ہیں:-

"میں ان کی بعض خدمات کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ (دینِ حق) کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظنی سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں"۔ (فتح اسلام صفحہ ۶۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت و عشق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت و عشق میں جس مقام پر آپ پہنچے ہوئے تھے اس کا اندازہ اس ایک فقرہ سے ہو سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بارے میں کہا۔ حضور فرماتے ہیں:-

"ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم مولوی صاحب کو یہ بھی کہیں کہ آگ میں گھس جاؤ یا پانی میں کود جاؤ تو ان کو کوئی عذر نہ ہو گا"۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۷۵)

توکل علی اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں میں سے ایک توکل علی اللہ بھی ہے۔ آپ کی سوانح حیات کے مطالعہ سے ایسے کئی واقعات ملتے ہیں کہ بے سروسامانی کی کیفیت میں آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے نکلے اور ہر مرتبہ خدا تعالیٰ نے غیب سے آپ کے لئے سامان مہیا کئے۔ ان واقعات میں سے صرف چند ایک پیش خدمت ہیں۔

آپ جب ریاست جموں و کشمیر میں ملازم تھے تو آپ ریاست میں ایک معقول تنخواہ پانے کے علاوہ سال میں متعدد مرتبہ بیش بہا انعام و اکرام سے بھی نوازے جاتے تھے مگر وہ ساری رقم آپ طلباء، بیوگان، یتامیٰ اور دیگر ضرورتمندوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کر دیتے تھے اور بالکل متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جموں میں ایک ہندو پنساری تھا۔ وہ ہمیشہ آپ کو نصیحت کرتا تھا کہ آپ ہر ماہ کم از کم ایک صد روپیہ پس انداز کر لیا کریں۔ یہاں بعض واقعات اچانک مشکلات کے پیش آ جایا کرتے ہیں، مگر آپ ہمیشہ اسے یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایسے خیالات لانا خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے۔ ہم پر انشاء اللہ کبھی مشکلات نہ آئیں گی۔ جس روز آپ کو ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس ملا وہ ہندو پنساری آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب شاید آج آپ کو میری نصیحت یاد آئی ہو گی۔ آپ نے فرمایا تمہاری نصیحت کو میں جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ آپ سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ خزانہ سے چار سو اسی روپے کی ایک رقم آپ کی خدمت میں اس چٹھی کے ہمراہ پہنچا دی گئی کہ یہ آپ کی ان دنوں کی

خلافتِ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں

دوسری دائمی قدرت کا آنا ضروری ہے جو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔.....سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔.....میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305-306)

خدا تعالیٰ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:۔

”خدا تعالیٰ نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے، میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پروا نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔ خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے عجائبات قدرت بہت عجیب ہیں اور اس کی نظر بہت وسیع ہے۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو“۔

(خطبات نور صفحہ 419)

خلافت کے استحکام کے لئے کوشاں رہو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو یاد رکھو اور خلافت کے استحکام اور قیام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہو۔ تم نوجوان ہو۔ تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں اور تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں تا کہ تم اس کشتی کو ڈوبنے اور غرق نہ ہونے دو۔ تم وہ چٹان نہ بنو جو دریا کے رخ کو پھیر دیتی ہے بلکہ تمہارا یہ کام ہے کہ تم وہ چینل (Channel) بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گذارتی ہے۔ تم ایک ٹنل (Tunnel) ہو جس کا یہ کام ہے کہ وہ فیضانِ الٰہی جو رسول کریم ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، تم اُسے آگے چلاتے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی“۔

(مشعلِ راہ جلد اوّل صفحہ 668)

خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:۔

تنخواہ ہے جو اس ماہ میں سے گذر چکے ہیں۔ اس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ "کیا نور دین تم پر مالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا" ابھی وہ اپنا غصہ فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحب نے آپ کے پاس اپنے جیب خرچ کا بہت سا روپیہ بھجوایا اور معذرت بھی کی کہ اس وقت ہمارے پاس اس سے زیادہ روپیہ نہیں ورنہ ہم اور بھی بھجواتے۔ اس روپیہ کو دیکھ کر پنساری کا غضب اور بھی بڑھ گیا۔ آپ اس وقت ایک لاکھ پچانوے ہزار کے مقروض بھی تھے اور اُسے اس قرض کا علم تھا۔ اس قرض کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا کہ بھلا یہ تو ہوا۔ جن کا آپ کو قریباً دو لاکھ روپیہ دینا ہے وہ اپنا اطمینان کئے بغیر آپ کو کیسے جانے دیں گے؟۔

ابھی اس نے یہ بات ختم ہی کی تھی کہ وہ آدمی جس نے قرضہ دیا تھا اس کا ایک آدمی آیا اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے۔ میرے آقا فرماتے ہیں کہ "مولوی صاحب کو تو جانا ہے۔ ان کے پاس روپیہ نہ ہوگا۔ تم ان کا سب سامان گھر جانے کا کر دو اور جس قدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو دے دو اور اسباب کو وہ ساتھ نہ لے جاسکیں تو تم اپنے اطمینان سے بحفاظت پہنچوا دو۔ آپ نے فرمایا کہ:-

"مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں۔ خزانہ سے بھی روپیہ آ گیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے۔ میرے پاس روپیہ کافی سے بھی زیادہ ہے اور اسباب میں سب ساتھ ہی لے جاؤں گا"۔

آپ فرماتے ہیں: "غالباً اس وقت میرے پاس بارہ سو یا اس سے بھی کچھ زیادہ روپیہ آ گیا تھا۔ اور ہندو پنساری کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ پرمیشر (خدا) کے یہاں بھی کچھ لحاظ داری ہی ہوتی ہے۔ ہم لوگ صبح سے لے کر شام تک کیسے کیسے دکھ اٹھاتے ہیں۔ تب کہیں بڑی دقت سے دو روپیہ کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ بھلا اور تو ہوا۔ اس احمق کو دیکھو اپنے روپیہ کا مطالبہ تو نہ کیا اور دینے کو تیار ہو گیا"۔

آپ فرماتے ہیں:-

"میں نے کہا اللہ تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے۔ ہم اس کا روپیہ انشاء اللہ جلد ہی ادا کر دیں گے۔ تم ان بھیدوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے"۔ **(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۸۵-۱۸۶)**

چنانچہ بعد میں یہ سارا قرض غیبی مدد سے آپ نے اتار دیا۔

غیب سے کھانے کا انتظام

محترم حکیم محمد صدیق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ:-

"ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے اور کہیں دور نکل گئے۔ کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو جب بھوک اور پیاس نے سخت ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ نور الدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور سے آواز آئی۔ ٹھہرو! ٹھہرو! جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آرہے تھے۔ جب پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور خود پکایا گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا ابھی بہت ہے آپ کھالیں۔ چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نور الدین سچ کہتا تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا نور الدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا کیا کوئی بادشاہ بھی یہ دعویٰ کر سکتا ہے"۔ **(حیات نور صفحہ ۱۲۹)**

خاتم الشعراء ــــ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

(مکرم فرخ شاد صاحب)

خاندانی تعارف

وسط ایشیا کے رہنے والے ایک ترکمانوں میں سے کچھ لوگ گردشِ ایام کے ستائے ہوئے ہندوستان پہنچے۔ یہ لوگ اپنے تئیں سلاطین سلجوقیہ کی وساطت سے فریدوں کی نسل سے سمجھتے تھے۔ یہاں انہوں نے شاہانِ وقت اور مغل اُمراء کی توجہات سے بہت کچھ عزت حاصل کی۔

پیدائش

اسی خاندان کے ایک فرد مرزا عبداللہ بیگ کے ہاں ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو ایک بچے نے جنم لیا ــ اُس وقت کون جانتا تھا کہ آگرہ کی سرزمین پر پیدا ہونے والا یہ بچہ ایسی طبع موزوں اور لیاقت لے کر اس دُنیا میں وارد ہوا ہے کہ جس پر اُردو شاعری ختم ہوجائے گی۔☆

''اسد اللہ خان'' نام تجویز ہوا جو بعد ازاں شاعری کی دُنیا میں ''مرزا غالب'' کے نام سے معروف ہوا۔

ابتدائی حالات

غالبؔ کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ ان کے والد ایک مہم میں گولی لگنے سے وفات پاگئے۔ ازاں بعد غالب اپنے چچا مرزا نصر اللہ بیگ خاں کی سرپرستی میں آگئے جو اُن کی پرورش اور تعلیم و تربیت بیٹوں کی طرح کرتے رہے۔ نو برس کی عمر میں یہ سایہ بھی غالب کے سر سے اُٹھ گیا۔ چچا کی وفات کے بعد وہ اپنے نانا خواجہ غلام حسین رئیس آگرہ کی سرپرستی میں آگئے اور سن شعور تک آگرہ ہی میں رہے۔

آغازِ سخن اور طرزِ بیدلؔ

غالبؔ نے دس بارہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کردیا تھا اور ابتداءً اُردو ہی میں کہا اور اس کے لئے فارسی شاعر مرزا بیدلؔ کا رنگ اپنایا، جو بڑے پیچیدہ بیان اور مشکل گو شاعر تھے، چنانچہ غالب خود لکھتے ہیں:-

طرزِ بیدلؔ میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

مجھے رہِ سخن میں خوفِ گمراہی نہیں غالبؔ
عصائے خضرِ صحرائے سخن ہے خامہ بیدلؔ کا

یہ تو غالبؔ کا خیال تھا کہ بیدلؔ کی روش پر چل کر وہ اپنی منزلِ مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے، لیکن درحقیقت میر تقی میر کی درج ذیل رائے ہی درست تھی۔

میرِ سخن میر تقی میر کی غالبؔ کے کلام پر رائے

اسی زمانے (۱۸۱۰ء) میں نواب حسام الدین خاں حیدر نے غالبؔ کے کلام کا نمونہ میر تقی میر کے سامنے پیش کیا، تو انہوں نے کہا کہ اس لڑکے کو اگر کوئی کامل اُستاد مل گیا اور اس نے سیدھے راستے پر ڈال دیا، تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔

☆ مولانا شبلی نعمانی نے اپنی تصنیف ''موازنہ انیس و دبیر'' میں غالبؔ کو ''خاتم الشعراء'' قرار دیا ہے۔ دیکھیں صفحہ ۴۱

اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

آزادانہ اوضاع واطوار رکھنے والے نوعمر غالب ابھی تیرہ برس کی عمر کو پہنچے تھے کہ قید ازدواج میں ڈال دیے گئے۔ نواب الٰہی بخش معروف دہلی کے ایک فارسی شاعر تھے۔ ان کی صاحبزادی "امراؤ بیگم" سے غالب کی شادی ہوگئی۔

یوں دہلی آنے جانے کا ایک سلسلہ قائم ہوگیا لیکن مستقل سکونت ابھی آگرہ ہی میں تھی۔

دل لیا دلّی نے چھین

اُس وقت دہلی کی فضا میں شاعری گونج رہی تھی۔ جگہ جگہ مشاعرے ہوتے تھے اور پھر غالب کی شادی بھی شاعر گھرانے میں ہوئی تھی۔ ان اسباب سے نوعمر غالب کی نوخیز طبیعت پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ چنانچہ ۱۸۱۳ء میں بعمر سولہ برس غالب آگرہ کو خیر آباد کہہ کر دہلی آگئے اور یہیں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ مگر تمام عمر کرائے کے مکانوں ہی میں بسر کی۔ محلہ بلّی ماراں میں رہتے تھے۔

زندگی اپنی کچھ اس طرح سے گذری غالب

جس طرح غالب نے تمام عمر رہنے کے لئے مکان نہیں خریدا اسی طرح مطالعہ کے لئے، باوجودیکہ تمام عمر تصنیف کے شغل میں گذری، کبھی کوئی کتاب نہیں خریدی لاّ ماشاء اللہ۔ کسی شخص سے کرائے پر کتابیں منگواتے اور مطالعہ کے بعد واپس کردیتے تھے۔

مرزا نوشہ

دہلی میں غالب کو "مرزا نوشہ" بھی کہتے تھے۔ اس لئے کہ غالب بہت خوبصورت اور خوش شکل تھے اور "نوشہ" کے معنی بھی دولہا یا نوجوان بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ لفظ "نوشہ" دراصل "نوشاہ" کا مخفف ہے۔

مُلّا عبدالصمد سے اکتسابِ فارسی

چودہ برس کی عمر میں غالب کی ملاقات ہرمزنامی ایک پارسی نژاد سے ہوگئی۔ جو بڑا عالم اور سیاح تھا۔ (آخر میں اس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اپنا نام تبدیل کرکے عبدالصمد رکھ لیا تھا)۔ غالب نے ان سے قریباً دو سال کے عرصہ میں خوب اکتساب کیا۔ شاعری میں غالب اگرچہ کسی کے شاگرد نہیں ہیں۔ خود لکھتے ہیں کہ **"مبدءِ فیاض کے سوا مجھے کسی سے تلمذ نہیں"**۔ البتہ ملا عبدالصمد کے فیضانِ صحبت پر غالب کو ہمیشہ فخر رہا۔

تخلص — اسدؔ سے غالبؔ

مرزا غالب پہلے اسدؔ تخلص کرتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک اور شخص بھی یہی تخلص رکھتا تھا اور اس کا کلام عامیانہ رنگ کا تھا۔ ایک دن کسی نے اس کا مقطع پڑھا۔

اسد تم نے بنائی یہ غزل خوب
ارے او شیر! رحمت ہے خدا کی

سنتے ہی اس تخلص سے جی بیزار ہوگیا اور یوں بھی غالب کسی سے مشترک حال ہونے کو گوارہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۲۸ء میں "اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب" کی رعایت سے غالب تخلص اختیار کرلیا، لیکن جن غزلوں میں اسدؔ تخلص تھا انہیں اسی طرح رہنے دیا۔

پنشن کا احوال

جب غالب کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ کی وفات ہوئی، تو ان کی جائیداد کی آمدنی میں سے ساڑھے سات سو روپے سالانہ پنشن مقرر ہوئی۔ یہ رقم غدر تک غالب کو ملتی رہی۔ ہنگامۂ غدر کی وجہ سے تین سال یہ پنشن بند رہی۔ یہ مدت غالب نے بہت تنگ دستی اور عسرت میں بسر کی۔ تین سال

کے بعد پھر جاری ہوگئی اور رانے کی رقم بھی مل گئی۔

ہمہ نا اُمیدی۔ ہمہ بدگمانی

غدر کی تباہی کے بعد غالب پر ایسی تنگ دستی آئی کہ فاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔ انہی دنوں انگریزی مدرسہ میں فارسی کی پروفیسری کی جگہ خالی ہوئی۔ یہ اس انگریز کے پاس جا پہنچے، جس کے سپرد پروفیسر کا انتخاب تھا۔ وہاں پہنچے تو اس نے دیکھتے ہی کہا "ہم مسلمان کو نہیں مانگتا"۔ غالب سا حاضر جواب بھلا کہاں چوکتا تھا۔ بولے: صاحب! مسلمان کہاں ہوں۔ آپ کو دھوکا ہوا ہے۔ اگر عمر بھر ایک دن بھی شراب چھوڑی ہو تو کافر اور ایک دن بھی نماز پڑھی ہو تو مسلمان۔ مگر غالب کی حاضر جوابی کام نہ آئی اور صاحب نے گھر سے نکال دیا۔

سفر کلکتہ

غالب نے ۱۸۳۰ء میں اس خیال سے کہ ساڑھے سات سو روپے پنشن جو انہیں ملتی ہے ان کے حصے سے کم ہے، کلکتے کا سفر کیا تاکہ مرکزی حکومت میں چارہ جوئی کر سکیں، مگر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سفر کے دوران غالب لکھنو میں بھی ٹھہرے۔ وہاں کے ادبی حلقوں میں ان کی بہت قدر و منزلت ہوئی، لیکن کلکتہ میں بعض لوگوں نے ان کے کلام پر اعتراضات بھی کیے اور سند میں ایک فارسی شاعر مرزا قتیل کے اقوال پیش کیے۔ غالب بھلا قتیل کو کب مانتے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے کلام کی تائید اور حامیان قتیل کی تردید میں اساتذۂ اہل زبان کو پیش کیا اور یہ تمام احوال ایک مثنوی میں نظم کیا، جس کا نام "بادِ مخالف" ہے۔ اس کے بعد دہلی آ کر غالب نے بجز اس کے کہ کبھی کبھی رامپور ہو آئے اور کوئی سفر نہیں کیا۔ ایک دفعہ (۱۸۵۹ء میں) میرٹھ جانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

غالب ـــــ امیدوار برائے فارسی پروفیسری

۱۸۴۲ء میں غالب دلی کالج میں پروفیسری کے لیے امیدوار ہوئے، مگر چونکہ سیکرٹری گورنمنٹ نے بوقت ملاقات غالب کا استقبال نہیں کیا، اس لیے اسے کسرِ شان سمجھ کر ملازمت قبول نہ کی اور اسی طرح واپس چلے آئے۔

گورے کی قید سے کالے کی قید میں

غالب کو شروع سے شطرنج اور چوسر کھیلنے کی عادت تھی۔ کچھ بد کر بازی بھی کھیلا کرتے تھے۔ چنانچہ کوتوال شہر فیض الحسن نے مقدمہ کھڑا کر دیا، جس کے نتیجے میں ۱۸۴۷ء میں چھ ماہ کی سزا ہوئی لیکن تین مہینے کے بعد صحت کی بناء پر رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد غالب ایک شخص میاں کالے صاحب کے مکان میں آ کر رہتے تھے۔ ایک روز میاں کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے آ کر قید سے چھوٹنے کی مبارک باد دی تو کہنے لگے۔ "کون..... قید سے چھوٹا ہے؟ پہلے گورے کی قید میں تھا۔ اب کالے کی قید میں ہوں"۔

خطابات کا ملنا اور تاریخ نویسی

۱۸۴۹ء میں بہادر شاہ ظفر نے دربار میں غالب کو "نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ" خطابات عطا کیے اور ایک تاریخ لکھنے کا حکم دیا اور پچاس روپے ماہوار اس کے صلہ میں مقرر کیے۔ اس تاریخ کا نام "مہر نیم روز" رکھا۔

غالب! وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے جو کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

غالب ـــــ اُستادِ شاہ

۱۸۵۴ء میں ذوق کی وفات کے بعد غالب اُستادِ شاہ مقرر ہوئے اور اصلاح کا کام ان کے سپرد ہوا۔ تنخواہ بھی سو روپیہ

ہوگئی، مگر وہ اس کام کو با دلِ نخواستہ ہی انجام دیتے رہے۔

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

غالب اور والیِ رامپور

نواب یوسف علی خاں والیِ رامپور نوعمری میں غالب سے فارسی پڑھا کرتے تھے۔ جب وہ اپنی ریاست کے حکمران بن گئے تو ایک سو روپیہ ماہانہ بغیر کسی ریاستی خدمت کے غالب کو بھیجتے رہے۔ ۱۸۵۹ء سے آخر تک غالب کو یہ رقم باقاعدہ ملتی رہی۔

بچوں کا بھی دیکھنا تماشا کوئی دن اور

غالب نے فرزندانِ سخن کا ایک انبوہ کثیر اپنی نسل میں یادگار چھوڑا، مگر افسوس کہ جس قدر ادھر خوش نصیب ہوئے اسی قدر ظاہری اولاد کی طرف سے بے نصیب ہوئے۔ سات بچے ہوئے، مگر ایک بھی زندہ نہ رہا۔ مجبور ہو کر اپنی بیوی کے بھانجے زین العابدین خاں عارف کو اپنی فرزندی میں لیا۔ جب وہ بھی نوجوانی میں فوت ہو گئے، تو ان کی وفات پر ایک دردناک مرثیہ کہا، جس کا مطلع یوں ہے۔

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں، اب رہو تنہا کوئی دن اور

اس کے بعد عارف کے دو کم سن بیٹوں کی پرورش کرتے رہے۔

آہ غالب بمُرد

عمر کا آخری حصہ بہت تکلیف میں گزرا۔ سننے کی قوت بھی جاتی رہی تھی۔ آئے دن کی بیماریوں نے بھی جسم کو گھلا دیا تھا۔ نقشِ تصویر کی طرح لیٹے رہتے تھے۔ آخر تہتر برس کی عمر پا کر ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء (بمطابق ۱۲۸۵ھ) کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ سینکڑوں آدمیوں نے سالِ تاریخ لکھے، مگر جس مادہ پر دس بارہ آدمیوں کو توارد ہوا وہ یہ ہے۔

آہ غالب بمُرد (۱۲۸۵ھ)

......جو نہ بادہ خوار ہوتا

غالب بہت وسیع مشرب اور فراخ دل آدمی تھے۔ عام ہمدردی اور مروّت ان کی طبیعت کے جوہر تھے۔ ہر ایک خط کا جواب لکھنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے۔ کسی ناواقف کا کلام بھی اصلاح کے لیے آتا تو اصلاح کیے بغیر واپس نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص جواب کے لیے ٹکٹ یا لفافہ بھیجتا تو سخت ناراض ہوتے تھے۔ شاگردوں کو عزیز دوستوں یا عزیز بیٹوں کے برابر سمجھتے تھے۔ بڑے خوددار اور غیور آدمی تھے۔ تمام عمر کسی کی جو نہیں کی۔ زمانہ سازی سے کوسوں دور رہتے تھے۔ اگرچہ زیادہ بولتے نہ تھے، مگر انتہا درجہ کے زندہ دل، شگفتہ مزاج اور ظریف الطبع تھے۔ شوخی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ غضب کے حاضر جواب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ احباب کا مجمع ہر وقت جما رہتا تھا۔ غالب کے لطائف ظرافت اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ غرض غالب دہلی کے قدیم شرفاء اور ان کے ہمہ گیر اخلاق کا صحیح نمونہ تھے، لیکن مذہب سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ کہتے ہیں:۔

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلحِ کل

علاوہ ازیں ایک بڑا عیب ان میں یہ تھا کہ شراب پیتے تھے۔ نوجوانی سے اخیر عمر تک اس عادت کو جاری رکھا مگر اس عیب کو چھپاتے بھی نہ تھے۔ خود لکھتے ہیں:۔

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تصانیف

۱۔ **قاطع برہان**: اس کتاب میں غالب نے ایک

فارسی لغت "برہان قاطع" کی غلطیوں پر بحث کی ہے مگر فارسی کے دعویداروں نے اس پر سخت حملوں کے ساتھ مخالفت کی۔

۲۔ **تیغ تیز** ۳۔ **نامۂ غالب**

۴۔ **لطائف غیبی**: یہ مختصر رسالے وہ ہیں، جو غالب نے "قاطع برہان" کے مخالفوں کی ہنگامہ آرائی کے جواب میں تحریر کیے۔

۵۔ **پنج آہنگ**: یہ کتاب فارسی انشاء پردازی کے مباحث پر مشتمل ہے۔

۶۔ **دستنبو**: اس میں غدر کے حالات درج ہیں۔

۷۔ **مہر نیم روز**: شاہانِ مغلیہ کے تاریخی حالات پر مشتمل ہے۔

۸۔ **عودِ ہندی** ۹۔ **اردوئے معلی**: یہ دونوں کتابیں غالب کے خطوط پر مشتمل ہیں، جن میں اردو نثر نگاری کا ایک جہان آباد ہے۔

۱۰۔ **کلیاتِ نظم و نثر فارسی**

۱۱۔ **دیوان غالب اردو**

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

مرزا غالب قریباً بیس برس تک مرزا عبدالقادر بیدل کے طرز پر قیامت ڈھاتے رہے۔ زبان بھی مشکل، خیال بھی مشکل اور اس پر فارسی کا غلبہ۔ غرض بعض سننے والوں کو کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ بندھے ٹکے انداز سے شعر کہنے والے غالب کے شعروں کا مذاق اڑاتے اور اس کے لیے مشاعروں میں دانستہ ایسی غزلیں لکھ کر لاتے جو الفاظ اور ترکیبوں کے لحاظ سے تو بہت پُرشوکت اور شاندار معلوم ہوتی تھیں، مگر معنی ندارد۔ گویا غالب پر یہ ظاہر کرتے کہ آپ کا کلام ایسا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کھلی چوٹیں بھی ہوتی تھیں۔ مثلاً ایک مشاعرے میں جس میں غالب بھی شریک تھے، حکیم آغا جان عیش نے غزل طرح میں یہ قطع پڑھا:۔

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلامِ میر سمجھے اور زبانِ میرزا سمجھے
مگر اِن کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

غالب نے اپنے کلام میں ان نکتہ چینیوں کا جواب کئی مقامات پر دیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی

اسی طرح ایک رباعی بھی کہی:۔

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل!
سُن سُن کے جسے سخنورانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

......اندازِ بیاں اور

غالب کی اردو شاعری کا وہ حصہ، جو اُن کی عظمت وشہرت کا باعث ہوا، درحقیقت ان کے نہایت مخلص دوست مولوی فضلِ حق خیرآبادی کی مساعی جمیلہ کا مرہونِ منت ہے۔ جب غالب سفرِ کلکتہ سے پونے تین سال بعد دہلی واپس آئے تو مولوی فضل حق اور مرزا خانی (کوتوال شہر) نے مل کر غالب کو سمجھایا کہ اس روش کو ترک کردیں اور عام فہم اشعار کہیں۔ ان دوستوں نے یہ بھی کیا کہ غالب کے جمع کردہ بہت بڑے دیوان کی کانٹ چھانٹ کی اور بہت سا مہمل اور بے کیف کلام نکال دیا۔ اب جو "دیوانِ غالب" عام طور پر ملتا ہے اس میں اس سارے کلام کا تھوڑا سا حصہ شامل ہے۔ اس

کے بعد کا کلام نسبتاً بہت آسان اور سلیس ہے۔

فارسی بیں تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ

غالب کی ادبی زندگی کا یہ پہلو بڑا تعجب انگیز ہے کہ جو شخص فارسی کا اتنا بڑا شاعر ہو، جو اُردو میں خط لکھنا اور شعر کہنا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہو اور صرف وقتی ضرورت یا عدیم الفرصتی ہی کی بنا پر اُردو نظم ونثر پر متوجہ ہو سکتا ہو، اس کی شاعری کی ابتدا اُردو ہی سے ہوئی اور شہرت کا باعث بھی اردو نظم ونثر ہی ہوئیں۔ چنانچہ غالب اپنے ہمعصر اور مدمقابل شاعر اُستاد ابراہیم ذوق، جنھیں اپنی اُردو پر ناز تھا، کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

فارسی بیں تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ
بگذر از مجموعۂ اُردو کہ بے رنگِ من است

راست می گویم بلے از راست سرنتواں کشید
ہرچہ درگفتار فخرِ تست آں ننگ من است

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا

پہلی خصوصیت: غالب کے کلام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عام اور مبتذل تشبیہات استعمال کرنے کی بجائے نئی نئی تشبیہات اختراع کرتے ہیں۔ خیالات کی جدت بھی انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ مثلاً

ہیں زوالِ آمادہ اجزاء آفرینش کے تمام
مہرِ گردوں ہے چراغِ رہگذارِ بادیاں

اس شعر میں آفتاب کو اس چراغ سے تشبیہ دی ہے جو ہوا کے راستے میں جلایا گیا ہو۔ اسی طرح یہ شعر ہے:-

جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں

خوں بار آنکھوں کو دو شمعوں سے تشبیہ دے کر حسنِ تشبیہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اسی طرح درج ذیل اشعار میں سے کوئی بھی نئی اور بلیغ تشبیہ سے خالی نہیں:-

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

حسرتِ لذتِ آزار رہی جاتی ہے
جادۂ راہِ وفا جز دمِ شمشیر نہیں

اُن کی بزم آرائیاں سُن کر دلِ رنجور یاں
مثلِ نقشِ مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

دوسری خصوصیت: استعارہ وکنایہ اور تمثیل کا استعمال ہے۔ اس سے قبل شعراء نے اُردو استعارے کو صرف محاورات اُردو میں استعمال کیا ہے مگر استعارے کے قصد سے نہیں۔ اس خصوصیت کی مثالیں یہ ہیں:-

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

دوست کو رخصت کرتے وقت جو دردناک کیفیت گذری تھی اور جو اس کے چلے جانے کے بعد رہ رہ کر یاد آتی ہے۔ اس میں جو کبھی وقفہ ہو جاتا ہے اسے قیامت کے دم لینے سے تعبیر کیا ہے۔ یہ کنایہ انتہائے بلاغت ہے۔

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا
بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

نہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھیں کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

ان اشعار میں سیدھے سادے خیالات ہیں مگر استعارات، تمثیل اور کنایہ نے ان میں ندرت اور لطافت پیدا کر دی ہے۔

تیسری خصوصیت: غالب کی شوخ طبعی ہے۔ شوخی ان کی طبیعت میں اتنی بھری ہوئی تھی جیسے کسی ساز میں سُر بھرے ہوئے ہوں۔ وہ رنج وغم کے عالم میں بھی شوخی سے نہ رکتے تھے۔ غالب کی شوخی طبع کا اندازہ ان اشعار سے بخوبی ہوسکتا ہے:۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

چوتھی خصوصیت: غالب کے اکثر اشعار کا بیان ایسا پہلودار واقع ہوا ہے کہ بادی النظر میں اس سے کچھ اور معنی مفہوم ہوتے ہیں مگر غور کرنے کے بعد اس میں ایک دوسرے معنی نہایت لطیف پیدا ہوتے ہیں، جن سے وہ لوگ جو ظاہری معنوں پر قناعت کر لیتے ہیں لطف نہیں اٹھا سکتے۔ مثلاً

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ دشت کی ویرانی اور تکلیف کو دیکھ کر گھر کا آرام یاد آتا ہے، مگر دوسرے معنی یہ ہیں کہ گھر اتنا ویران تھا کہ دشت کو ویران دیکھ کر گھر کی ویرانی یاد آ گئی۔ اسی طرح یہ اشعار ہیں:۔

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

کیونکر اس بت سے رکھوں جان عزیز
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادہ پیمائی

پانچویں خصوصیت: غالب کے کلام میں نزاکتِ خیال، معنی آفرینی اور لفظی ومعنوی تصرفات کا ایک جہان آباد ہے۔ پہلے شعراء میں یہ چیزیں موجود تو ہیں لیکن بہت کم۔ غالب کے ہمعصر اور بعد کے شعراء میں یہ خصوصیت بہت عام ہے۔ خصوصاً مومن خان مومن کے کلام میں۔ اس خصوصیت کا نمونہ کلام غالب سے درج ذیل ہے۔

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اس نے سینکڑوں وعدے وفا کیے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

نقش کو اس کے، مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں
کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھنچا جائے ہے

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے
یاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے

ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں
رنگ ہو کر اُڑ گیا جو خوں کہ دامن میں نہیں

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

امدادی کتب

۱۔ شرح دیوانِ غالب، جوش ملسیانی ۲۔ آبِ حیات، مولانا محمد حسین آزاد ۳۔ یادگارِ غالب، مولانا الطاف حسین حالی ۴۔ تاریخ اردو ادب (مترجم) رام بابو سکسینہ ۵۔ مختصر تاریخ ادب اردو، ڈاکٹر سید اعجاز حسین ۶۔ مرزا غالب، ڈاکٹر اسلم فرخی ۷۔ نقوش ادارہ طلوع جلد ۱۱ وغیرہ۔

برکاتِ خلافت

(مکرم احسان اللہ دانش صاحب)

"کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے...کوئی بھی فرق نہیں لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے مگر ان کے لیے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے۔ لیکن انکے لیے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اسے چین نہیں آتا، لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی پر کوئی فرق نہیں آیا۔ ہاں تمہارے لیے ایک تم جیسے آزاد پر بڑی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوگئی ہیں۔"

(برکات خلافت۔ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

برکات خلافت کے عنوان کو جماعت احمدیہ سے زیادہ اور کون سمجھتا ہوگا۔ اس مقدس نعمت اور عطائے خداوندی کی برکات سے دامن بھرتے اور پھلتے پھولتے جماعت احمدیہ کو ایک صدی ہونے کو آئی ہے۔ ہر ہر لمحہ جماعت احمدیہ کا اس مقدس قلعے اور اس حصنِ حصین کی پناہوں میں گزرتا رہا ہے اور آج برکات خلافت سے ایک عالم متمتع ہو رہا ہے۔ برکات خلافت کیا ہیں؟ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"چونکہ کسی انسان کے لیے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لیے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

حضور کے اس بیان کی روشنی میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ برکاتِ خلافت دراصل برکات رسالت کا دوسرا نام ہے اور خدا تعالیٰ برکاتِ رسالت کو انبیاء کی وفات کے بعد بھی آئندہ زمانوں تک پھیلانے کے لیے اس مقدس قدرت کا ظہور فرماتا ہے اور برکات رسالت کے بارہ میں قرآن کریم فرماتا ہے یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ (الجمعۃ: ۳) کہ ان پر تیری آیات پڑھے اور ان کو پاک کرے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائے۔ ان چار بنیادی برکات کے نزول کے لیے خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کو مبعوث کرتا ہے اور خلافت نبوت کی جانشین ہونے کی وجہ سے انہی چاروں قسم کی بنیادی برکات کو آگے بڑھاتی ہے۔ اس کا ایک زندہ جاوید نمونہ خلافت احمدیہ ہے۔ جو تخم ریزی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی اس پودے کو مزید تناور کرنے اور کل عالم پر سایہ فگن کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام جاری فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلفاء قیام توحید کی اس مہم کو پوری شان سے آگے بڑھا رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

کے مقصد کو پورا فرما رہے ہیں۔ برکات رسالت جن کو خلافت احمدیہ نے برکات خلافت کی شکل میں آگے بڑھایا ان پر ایک مختصر نظر ڈالتے ہیں۔

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ کا مطلب ہے کہ وہ تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے، تیرے نشانات اور معجزات کے ذریعے ان کے ایمانوں کو تازہ کرے اور اللہ سے تعلق پیدا کرنے والے دلائل لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اللہ تعالیٰ جسے اپنا خلیفہ اور زمانے کا امام بنانا چاہتا ہے اُسے فطری طور پر ایسی قوتوں اور استعدادوں سے نوازتا ہے جو اسے دوسروں سے منفرد اور ممتاز بنا دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ایسے وجود کی تربیت اور نشوونما کے سامان فرماتا ہے اور دُنیا بھر کا ایک صدی پر مشتمل مشاہدہ گواہ ہے کہ خلافت احمدیہ ہر دم اور ہر آن خدا تعالیٰ کی گود میں پلتی رہی ہے اور جماعت احمدیہ کا زندہ خدا کی ہستی پر یقین خلافت احمدیہ کی برکات میں سے ہے۔ خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہ صرف خود آیات اللہ ہیں بلکہ انہوں نے ہمیشہ خدا تعالیٰ پر جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے اس کی آیات اور نشانات کا جماعت کے سامنے اظہار کیا ہے۔ قبولیت دعا کے واقعات، تائیدات ایزدی کی بارشیں، نصرت الٰہی کے ان گنت نمونے، بیشمار علمی مضامین، خدا تعالیٰ کی طرف سے خلفاء احمدیت کے ہاتھوں سے بیّن معجزات، خلافت احمدیہ کی حفاظت اور راہنمائی کے واقعات، اگر ان کی فہرست ہی مرتب کی جائے تو دفتروں میں نہ سما سکیں۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ آیات اللہ کے ذکر میں فرماتے ہیں:-

”آیات اللہ کی تلاوت میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلائل، ملائکہ پر دلائل، ضرورت نبوت اور نبوت محمدیہ کے دلائل قرآن مجید کی حقیت پر دلائل اور ضرورت الہام ووحی پر دلائل، جزاء وسزا اور مسئلہ تقدیر پر دلائل، قیامت پر دلائل شامل ہیں۔ یہ معمولی کام نہیں۔ اس زمانہ میں اس کی بہت بڑی ضرورت ہے اور یہ بہت بڑا سلسلہ ہے۔“ (منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۴۹)

جماعت احمدیہ کا ہر فرد بشر خلافت احمدیہ کی ان برکات سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہا ہے اور اس بات کا شاہد ہے کہ خلافت احمدیہ سے یہ تمام برکات دُنیا کو پہنچیں۔ خلفاء احمدیت کے خطبات و دروس میں ہمیشہ آیات اللہ کا بیان مرکزی حیثیت کا حامل رہا ہے۔

یُزَکِّیْھِمْ

یُزَکِّیْھِمْ کے معنی ہیں پاک کرے، اخلاص پیدا کرے، ہر رنگ میں بڑھائے اور اصلاح کرے۔ خدا تعالیٰ اپنے مرسلوں اور خلفاء کو اس لیے بھیجتا ہے کہ وہ دُنیا کو پاک کریں۔ تزکیہ میں ہر قسم کی جسمانی، روحانی اور دُنیاوی ترقی شامل ہوتی ہے۔ افراد جماعت کا تزکیہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کو ہر دور میں احمدی اور غیر احمدی دیکھتے رہے ہیں۔

جماعت کی روحانی ترقی اور خلافت احمدیہ کی برکات سے اس میدان میں متمتع ہونے کی گواہ ہماری موجودہ نسلیں ہیں جو اپنے آباء کے تذکروں سے اپنے ایمانوں میں ایک نئی تازگی ہر دم پیدا کرتی رہتی ہیں۔ قادیان کی گلیوں میں پھرنے والے وہ باخدا وجود خلافت احمدیہ کی برکات کے کبھی نہ محو ہونے والے نشان ہیں، جنہوں نے قربانیوں کے ان مٹ نقوش چھوڑے اور وہ نمونے دکھائے کہ دُشمن بھی انگشت

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنالیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے اور اُس کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرتوں میں وہ چھپ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اُسے اُٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے"۔ (الفضل 17 مارچ 1967ء)

خلافت احمدیہ کو کبھی خطرہ لاحق نہیں ہوگا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ...... اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدے فرمائے ہیں۔ کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔ تو دعائیں کریں، حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں"۔ (الفضل 28 جون 1982ء)

☆☆☆

... خلیفہ خدا بناتا ہے

وہی جو خاک کے سینہ سے پھول اگاتا ہے
جو پتھروں سے بھی چشمے بہا کے لاتا ہے

نہاں جو رکھتا ہے موتی صدف کے سینے میں
جو بحر و بر سے گھٹائیں نئی اٹھاتا ہے

جو کوہ و وادی و صحرا کے ذرّے ذرّے میں
سحر کی پہلی کرن بن کے جگمگاتا ہے

وہ خود ہے محورِ عالم اور ایک عالم کو
وہ ایک مرکز و محور پہ لے کے آتا ہے

جلا کے وحدتِ روحانیت کا ایک چراغ
وہ اس چراغ کی لَو اور بھی بڑھاتا ہے

نثار ہونے کو آتے ہیں اس پہ پروانے
وہ جب دلوں پہ وفا کے دیے جلاتا ہے

ہزار بھڑکے جہاں میں شرار بولہبی
چراغ مصطفویؐ اور جگمگاتا ہے

یہی خدا کی مشیت کا ہے عمل اے دوست!
یہ اس لئے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے

(جناب عبدالسلام اختر صاحب)

☆☆☆

بدنداں ہیں۔ پھر خلافت کی برکات کے گواہ ربوہ اور ربوہ کے کچے، گرد سے اَٹے ہوئے اور گرمی سے تپتے ہوئے صحرا نما بے سایہ میدان اور ان میدانوں میں بوسیدہ کپڑوں کے خیموں میں شمع احمدیت کے پروانوں کے پرشوکت نعرے اور اپنے آقا کے ایک ایک لفظ پر ہر قربانی کے لیے لپکنے والی روحیں گواہ ہیں۔ تزکیہ کا عملی نمونہ جس طرح احباب جماعت نے دکھایا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور خلافت احمدیہ کی حقانیت اور اس کی برکات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

..... سے ملا جب مجھ کو پایا

اور اس بات کا اعتراف غیر از جماعت دُنیا بھی کرتی ہے۔ مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی لکھتے ہیں:۔

"اخبار تنظیم نے اپنی ۳۰ جولائی ۱۹۵۰ء کی اشاعت میں بڑی ہی جرأت کے ساتھ درویشوں کے اس عزم بلند کا اعتراف ان شاندار الفاظ میں کیا:۔

"رسول ﷺ کے تین سو تیرہ ساتھیوں نے مکے والوں کو شکست دی اور بعد میں مکہ بھی فتح کیا۔ آج آپ ہی کے نقش قدم پر مرزا غلام احمد قادیانی ولد مرزا غلام مرتضیٰ قوم مغل سکنہ قادیان تحصیل وضلع گورداسپور کے تین سو تیرہ مرید قادیان میں ڈٹے ہوئے ہیں اور ان کا حتمی فیصلہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چل کر قادیان کی (بیت) مبارک، جامعہ احمدیہ اور بہشتی مقبرہ جہاں حضرت مرزا صاحبؑ دفن ہیں، کی حفاظت کے لیے تن من دھن سے مصروف یاد خدا و امداد خدا ہیں۔ ان میں بہت سے عالم، حافظ اور صوفی ہیں"

(وہ پھول جو مرجھا گئے صفحہ ۱۱ مطبع فضل عمر پرنٹنگ پریس محلہ احمدیہ قادیان)

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ اس تزکیہ کی گواہی ان الفاظ میں دیتے ہیں:۔

آپ وہ لوگ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چھتا۔

(الفرقان۔ اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء ربوہ درویشان قادیان نمبر صفحہ ۵)

مکرم فیض احمد صاحب گجراتی مزید رقم طراز ہیں:

"سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست دہلی جو ایک نامور اور بیباک صحافی گزرے ہیں اور اپنے حقیقت افروز تبصروں کی وجہ سے ادبی دُنیا میں ایک مقام رکھتے ہیں انہوں نے تحریر کیا: "یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا۔ مسلمانوں کا مسلمان ہونا ناقابل تلافی جرم تھا۔ مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا... قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے..... جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں کے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلاخوف تردید مرد مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے اور جن پر آئندہ تاریخ فخر کرے گی کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ رہنے والی تمام دُنیا ہوا کرتی ہے۔

ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہیے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہے اور موت کی پرواہ نہ کی۔ اب بھی... قادیان کے درویشوں کے اسوۂ

حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دیا جاسکتا ہے۔" (وہ پھول جو مرجھا گئے صفحہ ۱۲،۱۳)

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

تعلیم کتاب اور حکمت کے باب میں بھی خلافت احمدیہ نے ہمیشہ جماعت کی جھولیاں بھری ہیں۔ خلفاء احمدیت کا طرۂ امتیاز تعلیم قرآن رہا ہے۔ خلفاء احمدیت کی ہر کاوش توحید باری، دین (حق) کا شرف اور کلام اللہ کے مرتبے کو دُنیا پر ظاہر اور ثابت کرنے پر صرف ہوئی۔ ایک مختصر نظر جو (یقیناً کوتاہ ہے) ان کاوشوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں جو براہ راست قرآن کریم سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دروس قرآن، تصانیف اور خطبات سے مرتبہ تفسیری نکات اور معارف کا مجموعہ جو خلافت احمدیہ کی حقانیت اور قرآنی اعجاز کا زندہ جاوید ثبوت ہے "حقائق الفرقان" کے نام سے کئی جلدوں میں شائع شدہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تمام زندگی کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے میں گزری ، مگر خصوصیت سے تفسیر کبیر اور دیباچہ تفسیر القرآن اور اس جیسی بہت سی دوسری تصانیف نہ صرف اعجاز قرآنی کا ایک ثبوت بلکہ فی ذاتہ اعجاز اور انسانی دسترس سے بالا برکات خلافت ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خطبات اور تقاریر یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کا ایک عظیم الشان اظہار ہے اور مختلف کتب، رسائل اور اشتہارات کی زینت ہیں۔

برکات خلافت کے ضمن میں خلافت رابعہ کے دور میں یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کی برکت اپنی پوری آن بان کے ساتھ جاری رہی۔ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبات جمعہ میں دقائق قرآن کا ایک سمندر موجزن ہے۔ ان کے علاوہ درس القرآن اور ترجمۃ القرآن کلاس ہر زمانے کی طرح موجودہ زمانے میں بھی قرآن کریم کی ہر میدان میں راہنمائی مہیا کرنے کی ایک دلیل اور اعجاز قرآنی کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ قرآن کریم کے وہ تراجم یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے باب میں خلافت احمدیہ کے حق میں گواہ ہیں جو شائع ہونے کے لیے چودہ سو سال راہ تکتے رہے۔ (دین حق) کی پندرھویں صدی میں خلافت کی برکات ہی تھیں کہ جب جاری ہوئیں تو دُنیا کے ہر شخص کے لیے یہ موقع فراہم کر گئیں کہ وہ اگر چاہے تو قرآن کریم کی برکات سے بہرہ ور ہو سکے اور زبان کی رکاوٹ اس کے آڑے نہ آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:-

"یہ نہ سمجھیں کہ میں صرف آپ سے علم سیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مسلسل آسمان سے مجھ پر علوم روشن فرماتا ہے اور وہ جو آسمان سے علم اترتے ہیں اس میں میرا "کسب" کوئی نہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور میں سمجھتا ہوں اس منصب کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک معمولی علم والے کو بھی چن کر جب ایک منصب پر فائز فرمادیتا ہے تو علمی راہنمائی پھر خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔"

(خطبہ عید الفطر ۳ مارچ ۱۹۹۵ بحوالہ الفضل سالانہ نمبر ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ صفحہ ۶۳)

خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد چونکہ حضور کا قیام زیادہ تر لندن میں رہا اس لیے آپ کے قلم سے انگریزی زبان میں کتب شائع ہوئیں۔ جن میں سے سب سے مشہور کتاب Revelation Rationality Knowledge And Truth ہے۔ اس کتاب نے دہریہ خیالات رکھنے والوں کا منہ بند کر کے خدا تعالیٰ کی توحید

اور اس کے سچے مذہب کا بول بالا کیا ہے اور فی الحقیقت قیام توحید تو بھی کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کا مرکزی نکتہ ہے۔ ان کے علاوہ آڈیو اور ویڈیو اور ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے ذریعے تعلیم کتاب اور حکمت کے سلسلے میں برکاتِ خلافت تمام دُنیا میں پہنچ رہی ہیں۔ پھر ساری دُنیا میں شائع ہونے والے بہت سے اخبارات اور رسائل برکاتِ خلافت میں تعلیم کتاب اور حکمت کے باب کو کھلا رکھتے ہیں۔

اب ہم آیت استخلاف میں بیان شدہ برکات خلافت کی طرف آتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ

یعنی ہم اپنے پسندیدہ دین کو ان کے ذریعہ مضبوط کرتے ہیں چنانچہ جس طرح تمام برکات خلافت کو ہم سمیٹتے چلے آرہے ہیں اسی طرح ہم تمکنت دین کے متعلق آئندہ پورے ہونے والے وعدوں پر بھی یقین رکھتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ کی وعدہ فرمودہ تمام برکات خلافت کی طرح یہ وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا اور اس میں کوئی احمدی شک بھی کس طرح کرسکتا ہے کیونکہ اس کے اولین نظارے پوری آب و تاب کے ساتھ ہم دیکھ رہے ہیں۔ وہ بیج جو ۱۸۸۹ء میں بویا گیا آج دُنیا میں ۱۹۷ سے زائد ممالک کے کروڑہا باشندے اس درخت کے سایہ میں پناہ گزین ہیں اور بادشاہوں کے بادشاہ مسیح پاکؑ کے خلفاء سے مسیح پاکؑ کے نام پر برکات سمیٹ رہے ہیں۔ ربوہ کی سرزمین بھی برکات خلافت کی مظہر ہے۔ دُنیاوی ترقی اور کمزوروں کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں برکات خلافت میں ایک نئے باب کا اضافہ ''مریم شادی فنڈ'' ہے۔ پھر ہزاروں کی تعداد میں ہسپتال، ڈسپنسریاں، کالج، سکول، پریس، اخبارات و رسائل وغیرہ برکاتِ خلافت کو زمین کے کناروں تک پہنچا رہے ہیں۔ آج کی دُنیا میں الفضل وہ واحد مذہبی روزنامہ ہے جو ۱۹۷ ممالک میں جہاں جہاں اُردو دان احباب جماعت موجود ہیں پڑھا جاتا ہے۔ جماعت ہر علمی میدان میں جس کا تعلق دین سے ہے یا دُنیا سے جماعت احمدیہ کے ہونہاروں کے لیے راہنمائی مہیا کرتی ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال بھی جماعت کے زیر استعمال ذرائع میں شامل ہے جن میں ریڈیو ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ شامل ہیں۔ MTA جماعت احمدیہ کا گلوبل سیٹلائٹ ٹیلی ویژن ہے جس کا مرکز لندن میں ہے اور دُنیا کے پردے پر واحد مذہبی چینل ہے جو ساری دُنیا میں ۲۴ گھنٹے بغیر کسی حکومتی مدد کے خدا کے نام کو دُنیا میں بلند کررہا ہے۔ توحید کے عالمی سطح پر قیام و استحکام میں جو اہم اور ناقابل فراموش کردار ایم ٹی اے نے ادا کیا اس سے انکار کسی کو تاب نہیں ہوسکتی۔ جماعت احمدیہ کی نمائندگی میں internet پر جماعت کے پیغام کو ساری دُنیا میں پہنچانے کے لئے ویب سائٹ بھی مصروف عمل ہے۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''دُنیا خواہ کتنا زور لگائے، مخالفت خواہ کتنی ہی بڑھ جائے۔ گو دُنیا کے ذرائع ہماری نسبت کروڑوں کروڑ گنے زیادہ ہیں لیکن یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ سورج ٹل سکتا ہے، ستارے اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں، زمین اپنی حرکت سے رک سکتی ہے، لیکن محمد ﷺ اور (دین حق) کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا۔ قرآن کی حکومت دوبارہ قائم کی جائے گی۔ پھر دُنیا اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں یا انسانوں کی پوجا کو چھوڑ کر

خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے گی ..... میں ایک ہوشیار کرنے والے کی صورت میں دُنیا کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ بیج بڑھے گا، ترقی کرے گا، پھیلے گا اور پھلے گا۔" (الفضل سالانہ نمبر ۳۰ دسمبر ۲۰۰۹ صفحہ ۳۷)

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

جماعت احمدیہ پر بھی دوسری الٰہی جماعتوں کی طرح خوف کے ادوار آئے مگر ہر جگہ خدا تعالیٰ نے جماعت کی نصرت اور حمایت فرمائی اور برکات خلافت کی شکل میں اپنا فضل نازل فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقعہ پر جماعت انتہائی نازک موڑ پر تھی۔ کوئی روشنی کی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایک خوف سا طاری تھا کہ جانے اب جماعت کا کیا حال ہوگا۔ دشمنوں کی صفوں میں خوشیوں کے شادیانے بج رہے تھے کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رات دن کی کوششوں اور برسوں کی آہ وزاری سے تیار کی ہوئی جماعت کا ایک ایک فرد پریشانی کی حالت میں پھرتا ہوا دیکھنا ایسا نظارہ نہیں جس کے دوبارہ دیکھنے کی آنکھیں کبھی آرزو کریں یا دل خواہش کریں اور وہ نظارہ ہو بہو وہی تھا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہے ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ (مجادلہ:۲۲) جس راستبازی کو وہ دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی ان کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں انکو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ ..... اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت ہوا۔"

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304)

چنانچہ یہ خوف کو امن سے بدلنے کا نظارہ جماعت نے اس اندوہناک موقع پر دیکھا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی اور جماعت نے مصائب اور حوادث کی چلچلاتی دھوپ میں خلافت احمدیہ کے ٹھنڈے سایہ تلے پناہ حاصل کی۔ پھر یہ خوف کو امن سے بدلنے کا موقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے وقت پیش آیا جبکہ جماعت کو دوہرے خطرے کا سامنا تھا ایک طرف بیرونی دشمن اس المناک حادثے کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے نیک شگون سمجھ رہے تھے اور دوسری طرف شیطان جماعت میں اندرونی تفرقہ ڈالنے میں سرگرم تھا۔ ہم نے ایک دفعہ پھر اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا کہ کس طرح بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے اور بیوی خاوند سے علیحدگی اختیار کر لیتی ہے ہمارے لیے اس معلم کی جدائی جو رات دن ہماری تعلیم و تربیت میں کوشاں رہتا تھا کچھ کم غم واندوہ کا باعث نہ تھی کہ جماعت کے تفرقہ کی مہیب شکل نے اور بھی دل کو بے چین کر دیا۔ مگر ایک مرتبہ پھر جماعت احمدیہ خلافت ثانیہ کی پناہوں میں ہر خطرے سے نکلتی چلی گئی۔ پھر تقسیم ہند کے پُر

آشوب حالات میں خلافت احمدیہ نے جماعت احمدیہ کے
ہر خوف کو امن سے بدلا اور خوف کو امن سے بدلنے کے باب
میں برکات خلافت کے نظارے ساری دُنیا نے دیکھے۔ اس
کے بعد ۱۹۵۳ء کے خونریز دور میں جماعت خلافت کی
پناہوں میں ہر دکھ اور تکلیف کے دور کو خوشی اور شادمانی کے
دور سے بدلتی ہوئی اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتی چلی گئی۔
پھر ۱۹۷۴ء کا صبر آزما دور آیا۔ دکھی دلوں کے چہروں پر ہمیشہ
کی مسکراہٹ سجاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے
یہاں بھی مادر مہربان کی طرح جماعت احمدیہ کو اپنے حصار اور
پناہوں کے دائرہ میں امن اور عافیت کی منزل کی طرف آگے
بڑھادیا۔ پھر خلافت رابعہ کا دور آیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی
راہنمائی میں جماعت کا اپنی منزل مقصود کی طرف پہلے سے
زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ گامزن رہنا تو ہم دیکھتے
آرہے ہیں اور سنتے بھی رہتے ہیں۔ آج ہم اپنے محبوب آقا
سے جدا ہیں مگر یہ جدائی ایک عظیم فتح کی خبر دے رہی ہے اور
وہی خدا جو ہمیشہ سے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیتا آیا ہے
اس نے ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی اپنی موجودگی کا ثبوت دینا
ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

عبادت الٰہی جو کہ مقصد پیدائش انسانی ہے، برکات
رسالت اور برکات خلافت کے بیان میں اسے خدا تعالیٰ نے
منزل مقصود کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ خلافت کی
برکات بیان کرتے ہوئے تان ٹوٹتی ہے يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا
يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا پر۔ وہ منزل جہاں دین مکمل طور
پر خدا کے لیے ہو اور ہر فرد اپنے رب کی عبادت کے لیے آزاد
ہو۔ اور حقیقی معنوں میں یہ نعرہ بلند ہو کہ اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ
وَالْاَمْرُ لِلّٰہِ۔ چنانچہ خلافت احمدیہ کی ان برکات سے آج
کون واقف نہیں۔ خلافت احمدیہ عبادت الٰہی کے آداب
پہلے دن سے سکھاتی آئی ہے۔ جماعت احمدیہ کے تمام خلفاء
نے عبادت الٰہی کی طرف ہمیشہ سے ہی جماعت کو توجہ دلائی
ہے اور عبادت الٰہی کے انتہائی گہرے اور دقیق مضامین
انتہائی سادہ اور عام فہم انداز میں اپنے پاک نمونے کی روشنی
میں جماعت کے سامنے پیش فرمائے ہیں اور جماعت احمدیہ
اسی پاک نمونے کی روشنی میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے
جس کا غیروں کو بھی اعتراف ہے۔ پاکستان کے مشہور ادیب
نقاد اور مؤرخ رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:۔

"چوہدری (ظفر اللہ خان) صاحب اس فرقہ سے
تعلق رکھتے ہیں جسے عام طور پر کافر بلکہ گمراہ کہا جاتا ہے،
لیکن یہ گمراہ اور کافر شخص بغیر شرمائے ہوئے داڑھی رکھتا
ہے۔ اقوام متحدہ کے جلسوں میں علی الاعلان نماز پڑھتا
ہے۔ جھمپیر کا قیامت خیز ریلوے حادثہ جب ہوا تو یہ
شخص اپنے سیلون میں فجر کی نماز پڑھ رہا تھا۔

(ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۳)

☆☆☆

مسکرائیے

سست رفتار ٹرینیں

ایک امریکی اپنے دوست کو اپنے ملک کے وسیع رقبے کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ بڑے فخر سے بولا۔ ٹیکساس میں علی الصبح گاڑی میں سوار ہو جائیں چوبیس گھنٹے کے سفر کے بعد بھی آپ ٹیکساس میں ہوں گے۔

اچھا! دوست حیرانی سے بولا۔ ''میں تو سمجھتا تھا کہ ایسی سست رفتار ٹرینیں صرف ہمارے ہاں چلتی ہیں''۔

سفید بال

(ماں بیٹے سے) جو بچہ جھوٹ بولتا ہے اس کی ماں کا ایک بال سفید ہو جاتا ہے۔

بیٹا: اب میں سمجھا نانی جان کے سارے بال سفید کیوں ہو گئے ہیں۔

حجام

ایک آدمی دوسرے آدمی سے: آپ دن میں کتنی مرتبہ شیو کرتے ہیں؟

دوسرا آدمی: یہی کوئی چالیس مرتبہ!

پہلا آدمی: کیا تم پاگل ہو؟

دوسرا آدمی: جی نہیں۔ میں حجام ہوں۔

پہچان

شادی کے بعد میاں بیوی ایک صحت افزا پہاڑی مقام پر ہنی مون منانے گئے تو ہوٹل کے مینیجر نے نام پوچھے بغیر اندراج کر لیا۔ یہ دیکھ کر بیوی حیران ہو کر بولی۔ ''مینیجر صاحب آپ کو میرے شوہر کا نام کیسے معلوم ہو گیا''؟ مینیجر بولا۔ ''محترمہ آپ کے شوہر ہر سال ہمارے ہی ہوٹل میں ہنی مون منانے آتے ہیں''۔

موٹا آدمی

ایک موٹا آدمی چوتھی منزل سے گر گیا۔ اسے ہسپتال لے جایا گیا۔ جب اس کو ہوش آیا تو کہنے لگا میں تو سمجھا تھا کہ میں مر گیا ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا آپ تو بچ گئے ہیں مگر دو آدمی مر گئے ہیں جن کے اوپر آپ گرے تھے۔

بے عزتی

ادریس: آج ایک دوست نے میری بڑی بے عزتی کی۔

حنیف: وہ کیسے؟

ادریس: وہ مجھ سے پوچھنے لگا تمہیں گانا آتا ہے؟

حنیف: اس نے سیدھی سی بات پوچھی تھی اس میں بے عزتی کی کون سی بات ہے؟

ادریس: لیکن اس نے کافی دیر تک میرا گانا سننے کے بعد یہ سوال کیا تھا۔

حجامت

ایک مسخرا (حجام سے): کیوں بھئی کبھی گدھے کی بھی حجامت بنائی ہے؟

حجام: بنائی تو نہیں، لیکن آیئے بیٹھیے کوشش کرتا ہوں۔

وعظ یا کہانی

ایک پادری صاحب روزانہ سونے سے پہلے اپنی ننھی بیٹی کو کہانی سناتے تھے۔ ایک رات انہوں نے بڑی مزیدار کہانی سنائی لڑکی بہت متاثر ہوئی۔ اس نے اپنے باپ سے پوچھا۔ ابو کیا واقعی یہ سچی کہانی ہے یا آپ وعظ کر رہے تھے۔

☆☆☆

لیکچر سیالکوٹ

(مکرم عبدالحق بدر صاحب)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک لیکچر ہے جو 2 نومبر 1904ء کو سیالکوٹ کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ یہ لیکچر روحانی خزائن جلد نمبر 20 میں شامل ہے اور اس کے 40 صفحات ہیں۔

اس لیکچر میں حضورؑ نے (دین حق) اور دوسرے مذاہب کا موازنہ کرتے ہوئے (دین حق) کی حقانیت اور زندگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام مذاہب ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے، لیکن (دین حق) کے ظہور کے بعد اللہ تعالیٰ نے باقی تمام مذاہب کی نگہداشت چھوڑ دی ہے جب کہ (دین حق) میں مجددین و صالحین کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ حضورؑ نے اس لیکچر میں پہلی مرتبہ ہندوؤں کے لئے کرشن ہونے کا دعویٰ پیش فرمایا ہے۔ فرمایا کہ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ

ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے

(یعنی اے کرشن، گائیوں کے پالنے والے! تیری تعریف گیتا میں لکھی ہے)

پھر آپ نے بحیثیت کرشن آریوں کو ان کی چند بنیادی غلطیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جن میں سب سے پہلے یہ ہے کہ وہ ارواح اور مادہ کے ذرات کو ازلی اور غیر مخلوق مانتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ ایسا ماننے سے خدا تعالیٰ کے وجود کی کوئی عقلی دلیل ہاتھ میں نہیں رہتی کیونکہ اگر روح و مادہ غیر مخلوق ہیں تو ان کا باہم اتصال و انفصال بھی خود بخود ممکن ہے پھر کسی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ آریوں نے نجات کو عارضی اور تناسخ کو دائمی قرار دیا ہے۔ یہ امور خدا تعالیٰ کی صفات قدرت، رحم و عدل کے سراسر خلاف ہیں۔

آخر میں حضورؑ نے اپنے دعاوی کی صداقت کے چند دلائل بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سب سے پہلے ان علامات کا ذکر فرمایا ہے جو قرآن کریم اور احادیث میں مسیح موعود کے ظہور کے لئے مقدر تھیں اور پھر آپ نے اُن الہامات اور پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا ہے جو انتہائی مخالف حالات میں دنیا کے سامنے پیش کی گئیں اور وہ سب پوری ہوگئی ہیں۔

اس تقریر کے آخر میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ہم جناب الٰہی میں دعا کرتے ہیں کہ اس تقریر کو بہتوں کے لئے موجب ہدایت کرے''۔

اس کتاب میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی
آشتی	صلح، دوستی
دستگیری	حمایت۔ معاونت
فرستادہ	بھیجا ہوا رسول
ازخود رفتہ	آپے سے باہر۔ دیوانہ
غیر منفک	جو جدا نہ کیا جا سکے
گیتا	ہندوؤں کی مذہبی کتاب
اتصال	جوڑ۔ پیوستگی
گیان	علم، دانش، علم معرفت
دابۃ الارض	زمین کا کیڑا

(از ''فرہنگ آصفیہ'')

ڈائنوسارس (Dinosaurs)

(مکرم عبدالحلیم سحر صاحب

ڈائنوسارس کی ہڈیاں غالباً پہلی دفعہ سینکڑوں سال پہلے ملیں ۔لیکن اس وقت یہ خیال کیا گیا کہ یہ جنوں اور بھوتوں کی ہیں پہلا fossil جو کہ ایک بڑے رینگنے والے جانور کے دانتوں کا تھا۔ یہ دانت 1822ء میں Mary Mantell نامی عورت نے دریافت کئے جو انگلستان کی رہائشی تھی۔ ڈاکٹر Gideon Mantell میری کے خاوند نے ان ہڈیوں کا مطالعہ کیا اور ثابت کیا کہ یہ ہڈیاں Iguana Lizard کی طرح ہیں لیکن سائز اس سے بہت بڑا ہے۔ 1825ء میں اس نے ان کو Iguanodon Big Reptile کا نام دیا۔ 1824ء میں سب سے پہلے ڈائنو سارس کا نام Megalosaurus رکھا گیا۔ ڈائنو سارس کے لفظ کے معنی ہیں ''خوفناک چھپکلی''۔ لیکن یہ 1841ء سے پہلے تک دریافت نہیں ہوا تھا۔

ابھی تک ڈائنوسارس کی ہڈیاں دنیا کے مختلف حصوں سے مل رہی ہیں بعض تو باقاعدہ ماہرین نے اکٹھی کی ہیں لیکن شوقین لوگوں نے دلچسپ دریافتیں کی ہیں 1983ء میں Bill Walker نامی شخص نے نیا ڈائنو سارس دریافت کیا جو Baryonyz کہلاتا ہے۔ ڈائنو سارس کے fossils مٹی اور ریت کی بنی ہوئی چٹانوں میں بکھرے پڑے ہوتے ہیں یہ چٹانیں خیال ہے کہ آج سے 62 سے 225 سال قبل وجود میں آئیں جن علاقوں سے ڈائنو سارس کے fossils حاصل ہوتے ہیں یا ہو رہے ہیں ان میں جنوب مغربی امریکہ، مشرقی افریقہ، صحرائے گوبی (Gobi) اور چین کے بعض حصے شامل ہیں۔ ڈائنو سارس اس زمین پر رینگنے والا اب تک کامیاب ترین جانور سمجھا جاتا ہے لیکن یہ چند لاکھ سال پہلے مر گئے۔ یہ 65 لاکھ سال پہلے تک موجود تھے خیال ہے کہ اس وقت آب و ہوا بہت زیادہ ٹھنڈی ہوگئی اور اس سیارے کی زندگی تبدیل ہوگئی، جو جانور گرم آب وہوا والے تھے جیسا کہ ڈائنو سارس، ان کے لئے یہاں زندہ رہنا مشکل ہوگیا۔ بعض سائنسدانوں کے نزدیک اچانک موسمی تبدیلی سے یہ سب مر گئے۔ یہ امکان اس وقت ہوسکتا ہے جب ایک بڑا شہاب ثاقب زمین سے ٹکرایا تھا اور مٹی کے بڑے بڑے تودے پھینکے تھے جس نے سورج کی روشنی کم کر دی۔

زمین پر ڈائنو سارس سے پہلے دودھ دینے والے جانور موجود تھے جیسے ہی ڈائنو سارس کا دور آیا یہ اس میں نشوونما پا سکے اور زیادہ تعداد میں نہ بڑھے۔ یہ زیادہ تر چھوٹے جانوروں کو کھاتے جیسے کیڑے مکوڑے وغیرہ جیسے ہی ڈائنو سارس زوال پذیر ہوئے تو یہ دودھ دینے والے جانور زیادہ تعداد میں بڑھے شاید ان کے جسم کی ساخت نے ٹھنڈی آب وہوا کو قبول کیا۔ جیسے ہی ڈائنو سارس ختم ہوئے دودھ دینے والے جانوروں نے ان کی جگہ لے لی۔ چند لاکھ سال میں دودھ دینے والے جانور بہت زیادہ تعداد میں بڑھے ان

میں پودے کھانے والے اور گھاس کھانے والے جانور شامل تھے۔ ان میں شتر مرغ، ہاتھی، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ شامل ہیں۔

Archaeopteryx ڈائنوسارس کا fossil بہت اچھی طرح جانا جاتا ہے خیال ہے کہ یہ گم شدہ کڑی ہے رینگنے والے جانوروں اور پرندوں کے درمیان۔ کیونکہ اس کے پرندوں کی طرح پر تھے لیکن اسکا ڈھانچہ بالکل اسی طرح کا ہے جیسا کہ چھوٹے گوشت خور بھاگنے والے ڈائنوسارس کا ہے جسکا نام Compsognathus ہے۔ یہ صحیح طرح معلوم نہیں ہو سکا کہ ڈائنوسارس کے پر تھے لیکن بعض ڈائنوسارس کے پر تھے جو کہ جسم کے ساتھ سخت تھے۔ بعض سائنسدانوں کا خیال ہے بازوؤں پر ابھری ہوئی ہڈیاں ڈائنوسارس کے پروں کو مدد دیتی تھیں۔ بہر حال یہ اڑنے کے لئے بہت چھوٹے بازو تھے۔

Archaeopteryx ڈائنوسارس کے بازوں اور دم پر پَر تھے اور یہ آہستہ آہستہ اُڑ سکتا تھا۔ ہوسکتا ہے یہ پرندہ درختوں پر چڑھ سکتا ہو۔

پَر اور کندھوں کی خاص ہڈی کی ساخت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ پرندے کی کوئی قسم ہے۔ Archaeopteryx کے پر تھے fossils میں ان کے واضح نشانات ملے ہیں۔ اسکا خوردبینی مطالعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ان کی بناوٹ آجکل کے پرندوں کی طرح کی تھی۔ رینگنے والے جانوروں کی طرح اسکے چھوٹے چھوٹے دانت ہیں اور لمبی ہڈیوں والی دُم ہے۔

سب سے بڑا ڈائنوسارس Sauropods کے گروپ سے تعلق رکھتا ہے جسکا مطلب ”رینگنے والے پاؤں“ کیا جاتا ہے ان میں جانی پہچانی قسم میں Diplodolus اور Apatosaurs شامل ہیں۔ دوسرے Sauropods کی طرح ان کی گردن اور دُم لمبی ہوتی ہے اور یہ چاروں پاؤں پر چلتے ہیں لیکن ان کی سامنے والی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں نسبتاً پچھلی ٹانگوں کے، ان کے کندھے ان کی hips سے اونچے ہوتے ہیں۔ ان کا سَر زمین سے 13 میٹر اوپر اُٹھ سکتا ہے۔

Brachiosaurus ڈائنوسارس سب سے بڑا ہے جسکا تقریباً سارا ڈھانچہ ملا ہے۔ لیکن 1972ء اور 1979ء میں اس سے بڑے جانور کی ہڈیاں ملی ہیں۔ سب سے پہلا جانور جو ڈائنوسارس کی حیثیت سے شناخت کیا گیا وہ تقریباً 225 لاکھ سال پہلے موجود تھا۔ ڈائنوسارس کی ابتداء ایک چھوٹے سے ایک میٹر جانور سے شروع ہوئی جو پچھلی ٹانگوں پر دوڑتا تھا۔ Prolompsogmathus ان میں سے ایک تھا یہ چھوٹے جانور کھاتا تھا۔ Plateosaulus پہلا بڑا ڈائنوسارس تھا جو کہ 6 میٹر لمبا تھا اور پودے کھاتا تھا۔

ابتدائی ڈائنوسارس پہلے جانور تھے جن کی ٹانگیں جسم کے نیچے تھیں۔ اس قسم کی بناوٹ دوڑنے میں بہترین مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس سے تیزی سے شکار پکڑنے میں مدد ملتی ہے۔ اور دشمنوں سے بچاؤ میں بھی مدد ملتی ہے۔ یہ چیز اُن کو دوسرے جانوروں پر فوقیت دیتی ہے۔

ڈائنوسارس کے مختلف قسم کے دانت ہوتے ہیں لیکن یہ سب کچھ اُن کی خوراک پر منحصر ہے آیا وہ گوشت خور ہیں یا سبزہ کھانے والے ہیں بہر حال ان کے منہ دانتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

Heterodontosaurus ڈائنوسارس اور اس کے قریبی یہ سب پودے کھانے والے جانور تھے یہ صرف 1-2 m لمبے تھے ان کے تین مختلف قسم کے دانت تھے ان میں سامنے سے تیز، شکاری جانور کے بڑے دانت کی طرح اور پچھلی طرف سے چبانے والے۔ 100 سال پہلے جنوبی جرمنی میں گوشت کھانے والے نوجوان ڈائنوسارس کا مکمل نمونہ ملا ہے۔ اس کی خاص بات اسکا سائز ہے یہ صرف 70cm لمبائی میں ہے جسمیں زیادہ تر دم نمایاں ہے۔ یہ مرغی کی جسامت کا جانور ہے یہ Compsgnathus کہلاتا ہے۔ اسی طرح کے چند ایک نمونے فرانس سے بھی ملے ہیں یہ اس سے تین گنا زیادہ لمبے ہیں۔ اب سول یہ ہے کہ یہ چھوٹے ڈائنوسارس کیا کھاتے تھے جبکہ اس وقت کیڑے مکوڑے، چھوٹے دودھ دینے والے جانور اور رینگنے والے جانور موجود تھے۔ ان میں Compsongnathus تیز بھاگ سکتا تھا اور تیزی سے شکار کر سکتا تھا۔ اس کے ڈھانچے میں سے ایک چھپکلی ملی ہے جو معلوم ہوتا ہے اسکی آخری خوراک تھی۔

کیا زیادہ تر ڈائنوسارس بڑے سائز کے تھے شاید نہیں کیونکہ یہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک جانور مرنے کے بعد fossilzed ہو سکے کیونکہ چھوٹے جانوروں کے جسم اور ہڈیاں چونکہ نرم ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ آسانی سے کھائے جاتے ہیں اور ان کی ہڈیاں چھوٹے ٹکڑوں میں بکھر جاتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کونسا ڈائنوسارس تیز ترین بھاگنے والا تھا ان میں Strutiomimus ڈائنوسارس ہے اسکی بناوٹ شتر مرغ کی طرح تھی۔ سوائے لمبی دم کے اس کی ٹانگیں لمبی پتلی اور سخت تھیں لیکن اس کے تین پنجے تھے یہ ڈائنوسارس 50 کلومیٹر فی گھنٹہ کے حساب سے بھاگ سکتا تھا اس کے کوئی دانت نہیں تھے لیکن اسکی چونچ بہت سخت تھی غالباً یہ شتر مرغ کی طرح پتے کھاتا، بیج اور چھوٹے جانور کھاتا تھا۔

Hypsilapbodon ڈائنوسارس 115 لاکھ سال پہلے رہتا تھا۔ کیونکہ یہ بناوٹ کے لحاظ سے بہت ہلکا تھا اس کے پنجے لمبے تھے یہ درختوں پر چڑھنے کے لئے آسانی پیدا کرتے تھے لیکن اس کے ڈھانچے کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوا ہے یہ دوڑنے کے لئے بنا ہے یہ پودے کھاتا تھا اس کی چونچ سخت تھی اور جبڑے مضبوط تھے جو چبانے میں مدد دیتے تھے اسکی بڑی بڑی آنکھیں تھیں غالباً اسکی نظر بہت تیز تھی یہ بارہ سنگھا سے ملتا جلتا تھا۔

جہاں تک یہ سوال ہے کہ ڈائنوسارس کے کھر یا سُم تھے۔ زیادہ تر بھاگنے والے جانور اپنے پنجوں پر کھڑے ہوتے ہیں جیسا کہ ہرن اور گھوڑے وغیرہ کھروں پر کھڑے ہوتے ہیں دوڑنے والے ڈائنوسارس بھی اپنے پنجوں پر کھڑے ہوتے تھے نہ کہ اپنے پاؤں کے پچھلے حصے پر پاؤں اور ٹانگوں کا پچھلا حصہ لمبا اور بڑا ہوتا ہے لیکن اگلا حصہ چھوٹا ہوتا ہے۔ پنجے کے آخری حصے پر نمایاں کھر یا سم تھے جو غالباً نوچنے کے کام آتے تھے۔ بڑے بڑے گوشت خور ڈائنوسارس خاص طور پر عام تھے۔ 130 سے 150 لاکھ سال پہلے یہ وہ وقت تھا جب پودے کھانے والے ڈائنوسارسوں کی کثرت تھی خیال یہ ہے کہ یہ گوشت خور ڈائنوسارس کی غذا تھے۔

Tyranno saurus rex جو کہ 5.6 m لمبا تھا اسکو سب سے بڑے سائز والا گوشت خور ڈائنوسارس مانا جاتا ہے یہ اپنا منہ بہت زیادہ کھول سکتا تھا یہ جبڑے اور چاقو

قدرت ثانیہ

یہ تیری کرامت ہے پیارے جو دشت کو سبزہ زار کیا
اس بستی کو آباد کیا ' ہر صحرا کو گل زار کیا

قادر کی پہلی قدرت نے ہر وحشی کو انسان کیا
قادر کی دوسری قدرت نے ہر پت جھڑ کو گلبار کیا

ہر ایک نظر نے دیکھا ہے تم کتنے پیارے محسن ہو
ہر باغ سے پھول چنے تم نے ہر دل کو لالہ زار کیا

تری پیار بھری اس قربت نے اور پاک مطہر صحبت نے
ان لوگوں کو اس دنیا کی آلائش سے بیزار کیا

بن تیرے نہ کوئی چاہت ہے نہ اور کسی کی طاعت ہے
بس ہاتھ پہ رکھ کے ہاتھ ترے یہ ہم نے ہے اقرار کیا

ہر حکم پہ تیرے سب کے سب ہی جان لٹانے والے ہیں
ان تیرے چاہنے والوں نے اس بستی کو گلنار کیا

ہم مجبوروں نے اے جاناں ظلمت میں دیپ جلائے ہیں
ان دیپ جلانے والوں نے تجھے یاد ہے لاکھوں بار کیا

ہم لوگ محبت کرتے ہیں ترے پیار کی مالا جپتے ہیں
ترے پیار کی خوشبو سے ہم نے سب جگ کو عنبر بار کیا

(مکرم سید محمود احمد صاحب)

☆☆☆☆☆

کی طرح تیز دانتوں سے اپنے شکار کو قابو کرتا تھا یہ تقریباً 70 لاکھ سال پہلے موجود تھا۔ ڈائنوسارس نے لاکھوں سال دنیا پر حکومت کی۔ اس دوران بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ Brachis Saurus بہت بڑا رینگنے والا جانور تھا۔ اسکی گردن بہت لمبی تھی جو کہ 13 میٹر کی اونچائی تک درختوں کے پتے کھالیتا تھا جیسا کہ آجکل زرافہ ہے۔

کیا ڈائنوسارس تیر سکتے تھے غالباً بہت سے ڈائنوسارس تیر سکتے تھے یا پانی پر چل سکتے تھے جیسا کہ آجکل شیر اور ہاتھی وغیرہ کی مثال ہے۔ لیکن ڈائنوسارس کو زیادہ تر زمین پر رہنے والے جانوروں میں شامل کیا جاتا ہے۔ تیرنے والے ڈائنوسارس کی شکل مچھلی کی طرح کی تھی اسکی دم تھی ان میں Ichtyou sour شامل ہے یہ مچھلیاں کھاتے تھے fossils میں ان کے پیٹ میں مچھلیاں ملی ہیں۔ ڈائنوسارس کی چند قسمیں بڑی بڑی قبروں کی صورت میں ملی ہیں جہاں پر بہت سے ڈھانچے ایک ساتھ دفن تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروپ کی صورت میں رہتے تھے اور اکٹھے ہی مرے بعض اوقات ڈائنوسارس کا گروہ بڑوں اور بچوں کے ساتھ گیلی مٹی سے گزرا تو ان کے پاؤں کے نشانات وہاں پر محفوظ ہوگئے۔ پاؤں کے نمونے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ جانور بھاگنے والے تھے یا چلنے والے تھے۔

کیا ڈائنوسارس انڈے دیتے تھے؟ یہ صحیح ہے کیونکہ ان کے انڈے دنیا کے مختلف حصوں سے ملے ہیں۔ miasaurs یہ مٹی میں 3 میٹر اندر تک جگہ بنا کر انڈے دیتا تھا ان کے انڈوں کی جگہ سے یا گھونسلوں سے بچے اور انڈوں کے خول ملے ہیں والدین کچھ عرصہ تک گھونسلوں میں بچوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

کچھ عرصہ قبل ڈائنوسارس کی بڑی بڑی colonies فرانس اور سپین کے ساحلوں کے قریب ملی ہیں۔

بہر حال یہ خدا تعالیٰ کی شان کے عجیب رنگ ہیں کائنات کے راز اپنے اپنے رنگ میں اپنے صحیح وقت پر کھلتے جارہے ہیں۔ جیسے جیسے انسانی نشو ونما ہو رہی ہے ویسے اُن کی استطاعت کے مطابق اللہ کی پیاری ذات علوم کے خزانے آشکار فرما رہی ہے۔ وہ جب چاہے گا اس دنیا کی ابتداء کے راز بھی کھول دے گا۔ زندگی کی ابتدا بھی روشن فرمادے گا اور زمین پر سب سے پہلی مخلوق جو اس نے پیدا فرمائی وہ بھی انسان کو سمجھا دے گا۔ انسان کے لئے ایک عظیم الشان نشان راہ تحقیق اور جستجوئے علم ہے جو اس نے حاصل کرنی ہے۔ اس کے لئے اسے ایک عظیم الشان یونیورسٹی سے رجوع کرنا ہوگا جہاں سے علوم کے تمام سمندر جاری ہوئے اور قیامت تک جاری ہوتے رہیں گے۔ ہاں وہ دنیا کے سب سے پیارے اور معصوم انسان اور نبی آنحضرت ﷺ کی پاک ذات سے اور کلام خداوندی سے دلی محبت ہے یہیں سے سب کچھ ملے گا۔

ڈائنوسارس کے متعلق تحقیقات جاری ہیں ہر روز نئے حقائق سامنے آرہے ہیں حال ہی میں ضلع چکوال کے پہاڑوں میں سے بھی ان کے ڈھانچے ملے ہیں ایک تو ڈائنوسارس کے بارہ میں معلومات مل رہی ہیں اور دوسرا جن چٹانوں سے یہ حاصل ہو رہے ہیں ان کی بناوٹ اُن کی عمر اُن کی ساخت اُن کے نیچے مدفون معدنی خزانوں کے بارے میں حیرت انگیز معلومات مل رہی ہیں۔ علوم کے سمندر انسانوں کے منتظر ہیں۔

☆☆☆

رپورٹ دسویں سالانہ علمی مقابلہ جات

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت دسویں سالانہ علمی مقابلہ جات کا انعقاد مورخہ 21 تا 23 فروری 2003ء ایوان محمود ربوہ میں ہوا۔ 1994ء سے مرکزی علمی مقابلہ جات کے الگ انعقاد کا پروگرام بنایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ اس سلسلہ کا دسواں پروگرام تھا۔ پہلے سال 4، دوسرے سال 6 تیسرے سال 10، چوتھے سال 11، پانچویں اور چھٹے سال 13، ساتویں سال 14، آٹھویں سال 21 اور نویں سال 22 اور امسال 24 مختلف مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ گذشتہ مقابلہ جات کے بعد نئے سال کا نصاب تمام اضلاع اور علاقہ جات کو بھجوا دیا گیا تھا۔ تا کہ خدام بہتر تیاری کے ساتھ مقابلہ جات میں شامل ہوں اور اپنے ضلع اور علاقہ سے منتخب خدام بہتر نمائندگی کر سکیں۔

انتظامیہ:

ناظم اعلیٰ	مکرم فرید احمد نوید صاحب
نائب ناظم اعلیٰ	مکرم اکبر احمد صاحب، ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب
ناظم مقابلہ جات	مکرم امین الرحمٰن صاحب
ایڈیشنل ناظم مقابلہ جات	مکرم نصیب احمد بٹ صاحب
ناظم رجسٹریشن	مکرم مشہود احمد صاحب
ناظم خوراک	مکرم چوہدری ظفر اللہ خان طاہر صاحب
ناظم رہائش	مکرم سید میر محمود احمد صاحب
ناظم تربیت	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
ناظم سٹیج وانعامات	مکرم اسفندیار منیب صاحب
ناظم تزئین ہال وسٹیج	مکرم حافظ حفیظ الرحمان صاحب
ناظم حاضری نگرانی واستقبال	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب
ناظم آب رسانی وصفائی	مکرم میر مظفر احمد صاحب
ناظم سمعی وبصری	مکرم افتخار اللہ سیال صاحب
ناظم طبی امداد	مکرم ڈاکٹر عبد اللہ پاشا صاحب
ناظم روشنی	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
ناظم مہمان نوازی	مکرم رفیق احمد ناصر صاحب
ناظم نظم وضبط	مکرم احمد محمد احسن صاحب
ناظم سائیکل سٹینڈ	مکرم مرزا ناصر انعام صاحب
ناظم رابطہ	مکرم سلیم الدین صاحب

حاضری: امسال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 34 اضلاع کی 96 مجالس کے 222 منتخب خدام ان مقابلہ جات میں شامل ہوئے کمپیوٹرائزڈ رجسٹریشن کر کے تصویر والے کمپیوٹرائزڈ کارڈ جاری کئے گئے۔

افتتاحی واختتامی تقریب

افتتاحی تقریب کے مہمان مکرم ومحترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید تھے۔ آپ نے مقابلہ جات کا افتتاح فرمایا اور خدام کو مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔ 23 فروری بروز اتوار دوپہر 1:40 بجے اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع ترجمہ سے ہوا، جو حافظ سرور احمد صاحب نے کی۔ اس کے بعد صدر صاحب مجلس نے عہد دہرایا اور پھر منصور خالد صاحب نے نظم پڑھی۔ ناظم اعلیٰ صاحب کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے خدام کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا کہ مرکزی پروگراموں میں حاضری بہتر ہونی چاہیے خدام کو ٹوپی پہن کر پروگراموں میں شامل ہونا چاہیے اور اپنی مشاہداتی حس کو بہتر بنانے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ مہمان خصوصی مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نے انعامات تقسیم کیے اور خدام کو زیارت مرکز کی اہمیت اور برکات کے بارے میں بتایا۔ اختتامی دعا کے بعد مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔

نتائج مقابلہ جات

مقابلہ تلاوت

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	سمیع اللہ ضیاء	لاہور
دوم	صغیر احمد	ربوہ
سوم	حافظ محمد احمد	کراچی
حوصلہ افزائی	محمد عثمان	ربوہ
حوصلہ افزائی	قاری عبدالحمید	کراچی

مقابلہ نظم خوانی

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	منظور خالد	کراچی
دوم	صغیر احمد	ربوہ
سوم	نسیم آفتاب	لاہور
حوصلہ افزائی	ندیم احمد	اوکاڑہ

مقابلہ تقریر اردو

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	مبشر احمد	شیخوپورہ
دوم	زاہد محمود	سیالکوٹ
سوم	عدیل شہزاد	سرگودھا
حوصلہ افزائی	رفیع احمد	شیخوپورہ

مقابلہ تقریر اردو معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	خالد احمد بلوچ	ربوہ
دوم	تنویر احمد	گوجرانوالہ
سوم	رشید بشیر الدین	لاہور
حوصلہ افزائی	مہر عرفان احمد	کراچی

مقابلہ تقریر اردو فی البدیہہ

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	عبدالہادی	ربوہ
دوم	مہر عرفان احمد	کراچی
سوم	مبشر احمد عمر	شیخوپورہ
حوصلہ افزائی	رفیع احمد طاہر	شیخوپورہ

مقابلہ تقریر انگریزی

پوزیشن	نام	ضلع
اوّل	مرزا توقیر احمد	ربوہ
دوم	عمیر منصور	لاہور
سوم	نیر احمد، داؤد احمد	کراچی، لاہور
حوصلہ افزائی	اسرار احمد	ربوہ

مقابلہ خطبات امام معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اول	جمیل احمد اعوان	ربوہ
دوم	سرمد حسین	ربوہ
سوم	قیصر محمود، عمیر اظہر	ربوہ، گوجرانوالہ
حوصلہ افزائی	طارق بلوچ، ملک جواد احمد	میرپور خاص، گوجرانوالہ

خطبات امام معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اول	خالد احمد بلوچ	ربوہ
دوم	محمد آصف عدیم	ربوہ
سوم	اسرار احمد	ربوہ
حوصلہ افزائی	مظہر احمد طیب	ربوہ

مطالعہ قرآن معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اول	شیخ خادم سعید	کراچی
دوم	کاشف بن ارشد	لاہور
سوم	رفیع احمد	شیخوپورہ
حوصلہ افزائی	سلیمان قدیر	گجرات

مطالعہ قرآن معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اول	خالد احمد بلوچ	ربوہ
دوم	محمد آصف عدیم	ربوہ
سوم	قمر الزمان	ربوہ
حوصلہ افزائی	راجہ بصیر احمد	ربوہ

مرکزی امتحان معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اول	قیصر محمود	ربوہ
دوم	بلال احمد	ربوہ
سوم	سعید احمد	راجن پور
حوصلہ افزائی	توقیر احمد ناصر	فیصل آباد

مطالعہ کتب معیار عام

پوزیشن	نام	ضلع
اول	طاہر عمیر	کراچی
دوم	سعید احمد	راجن پور
سوم	توقیر احمد	فیصل آباد
حوصلہ افزائی	بلال احمد، کاشف محمود	ربوہ، سیالکوٹ

مطالعہ کتب معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اول	خالد احمد بلوچ	ربوہ
دوم	اسرار احمد	ربوہ
سوم	قمر الزمان	ربوہ
حوصلہ افزائی	مدثر ظفر	ربوہ

مضمون نویسی

پوزیشن	نام	ضلع
اول	ملک فرحان احمد	گوجرانوالہ
دوم	ملک جواد احمد	گوجرانوالہ
سوم	قیصر محمود	ربوہ
حوصلہ افزائی	جمال عبد الناصر	مردان

مقابلہ دعوۃ الی الصلوٰۃ

پوزیشن	نام	ضلع
اول	صغیر احمد	ربوہ

مقابلہ معلومات اجتماعی

پوزیشن	نام	ضلع
اول	محمد آصف، اسرار احمد	ربوہ

پوزیشن	نام	ضلع
دوم	میر نعیم الرشید	گوجرانوالہ
سوم	رفیع احمد طاہر	شیخوپورہ
حوصلہ افزائی	میر وسیم الرشید	ربوہ

پوزیشن	نام	ضلع
دوم	منصور احمد، کاشف شہزاد	کراچی
سوم	محمود الرحمن، عبدالوہاب	لاہور

مقابلہ حفظ ادعیہ

پوزیشن	نام	ضلع
اول	حافظ طارق احمد	ربوہ
دوم	ملک فواد احمد	گوجرانوالہ
سوم	رضوان احمد	لاہور
حوصلہ افزائی	حافظ عبدالناصر	ربوہ

مقابلہ مشاہدہ معائنہ

پوزیشن	نام	ضلع
اول	قیصر محمود	ربوہ
دوم	نجیب احمد ناصر	اوکاڑہ
سوم	جاوید اقبال	ملتان
حوصلہ افزائی	عبدالرؤف	منڈی بہاؤالدین

مقابلہ دعوت الی اللہ (معیار خاص)

پوزیشن	نام	ضلع
اول	محمد آصف عدیم	ربوہ
دوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ
سوم	راجہ بصیر احمد	ربوہ

پرچہ مرکزی امتحان معیار خاص

پوزیشن	نام	ضلع
اول	محمد آصف عدیم	ربوہ
دوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ
سوم	اسرار احمد ناصر	ربوہ

مقابلہ بیت بازی

پوزیشن	نام	ضلع
اول	توقیر احمد، ناصر محمود	فیصل آباد
دوم	محمد اقبال، ندیم احمد	نواب شاہ
سوم	وقار احمد، رضوان احمد	لاہور
حوصلہ افزائی	داؤد احمد، مصباح الرحمن	سیالکوٹ

مقابلہ دعوت الی اللہ (معیار عام)

پوزیشن	نام	ضلع
اول	بلال احمد	ربوہ
دوم	ملک جواد احمد	گوجرانوالہ
سوم	توقیر آصف	فیصل آباد
حوصلہ افزائی		

تقریر فی البدیہہ انگریزی

پوزیشن	نام	ضلع
اول	مرزا توقیر احمد	ربوہ
دوم	خالد احمد بلوچ	ربوہ
سوم	طلحہ بن خالد	فیصل آباد
حوصلہ افزائی	عدیل شہزاد	سرگودھا

مقابلہ پیغام رسانی

نام	ضلع
اول: مہر عرفان احمد، آدم سعید، کاشف شہزاد، بابر عطاء	کراچی
دوم: ملک جواد احمد، ملک فرید، عمیر اظہر، مظاہر احمد	گوجرانوالہ

مجموعی طور پر اول خادم (معیار خاص) خالد احمد بلوچ ربوہ ☆ مجموعی طور پر اول خادم (معیار عام) قیصر محمود ربوہ

مجموعی طور پر اول ضلع کراچی ☆ مجموعی طور پر اول علاقہ ربوہ

یادگار خطابات

خلفائے سلسلہ کے وہ خطابات ہدیہ قارئین کئے جارہے ہیں جو خلفائے کرام نے خلافت پر متمکن ہونے کے معاً بعد ارشاد فرمائے۔(ادارہ)

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

27 مئی 1908ء کو انتخاب خلافت کے بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی، خلیفۃ المسیح الاوّل نے کھڑے ہو کر کلمہ شہادت واستعاذہ کے بعد آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پڑھی اور فرمایا:-

"میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو ابدی اور ازلی ہمارا خدا ہے۔ ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے۔ جو کرتا ہے۔ جب کر چکتا ہے، خدا تعالیٰ اس کو بلا لیتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابھی بلاد شام میں نہیں پہنچے تھے کہ رستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے قیصر و کسریٰ کی کنجیوں کا ذکر فرمایا کہ مجھے دی گئی ہیں مگر آپؐ نے وہ کنجیاں (چابیاں) نہ دیکھیں کہ چل دیے۔ ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کریں گے کہ کئی پیشگوئیاں کی تھیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ پیشگوئیاں کس طرح پوری ہوا کرتی ہیں میرے خیال میں یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ بتدریج کام کرتا ہے اور پھر جسے مخاطب کرتا ہے کبھی اس سے مراد اس کا مثیل بھی ہوتا ہے۔ پہلے پارے میں فرمایا کہ تم نے موسیٰؑ سے پانی مانگا اور ایسا ہی اور جگہ فرمایا...... حالانکہ نبی کریم ﷺ کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے۔ پس خدا کی باتیں رنگ برنگ شکلوں میں پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی یہ بھی سنت ہے کہ بعض مواعید الٰہی کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ۔ اس بَعْضُ الَّذِىْ پر خوب غور کرو کہ اس میں یہی سِر تھا کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے نہ ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا قَدْ يُوْعَدُ وَلَا يُوْفٰى۔ یعنی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ نادان سمجھتا ہے کہ اس نے وفا نہیں کی۔ حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ یا اس کی مثل پورا ہو جاتا ہے۔

میری پچھلی زندگی پر غور کرلو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہش مند نہیں۔ میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہش مند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں

کرتا ہوں۔ قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گذارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی، اُس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گذاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ سید بھی ہیں۔ خدمات دین میں بھی ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہوجاتا ہے۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں کیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ بعد اُس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی کئی اصحاب ہیں۔ یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اٹھانا مامور کا کام ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں۔ جو ایسے دکھوں کے لئے جو پیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں سوچ لو کیا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں، بچوں، عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں اور اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کرلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں خود ضعیف ہوں، بیمار رہتا ہوں۔ پھر طبیعت مناسب نہیں۔ اتنا بڑا کام آسان نہیں۔ حضرت صاحب کے ساتھ چار کام تھے۔ ایک ان کی عبودیت، دوم کنبہ پروری، سوم مہمان نوازی، چہارم اشاعت (دین حق) جو ان کا اصل مقصد تھا۔ ان چار کاموں میں سے ایک سے ہم سبکدوش ہوسکتے ہیں۔ وہ آپ کی عبودیت تھی جو ان کے ساتھ رہے گی۔ آپ نے جیسے اس جہان میں خدمتیں کیں ویسے ہی بعد الموت کریں گے۔ باقی تین کام ہیں ان میں سے اشاعت (دین حق) کا کام بہت اہم اور نہایت مشکل ہے۔ اس وقت دہریت کے علاوہ اندرونی اختلاف بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اختلاف کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کو منتخب کرلیا ہے۔ تم آسان سمجھتے ہو مگر بوجھ اٹھانے والے کے لئے سخت مشکل ہے۔ پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے، ان میں سے کوئی منتخب کرلو۔ میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہوگیا اور میں نے کبھی وطن کا

خیال ..... تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبد رکھا ہے۔ اس عبودیت کا بوجھ اپنی ذات کے لئے مشکل سے اٹھایا جاتا ہے۔ کوئی دوسرے کے لئے کیا اور کیوں کر اٹھائے۔ طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے ایک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ میں تو حضرت صاحب کے کاموں میں حیران ہوتا ہوں کہ اوّل بیمار پھر اس قدر بوجھ۔ نثر، نظم، تصنیف، دیگر ضروری کام۔ ادھر میں حضرت صاحب کے قریب عمر۔ وہاں تائیدات روزانہ موجود۔ یہاں میری حالت ناگفتہ بہ۔ اسی لئے فرمایا۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

میں ایک بڑا امر پیش کرتا ہوں کہ جناب ابو بکرؓ کے زمانہ میں عرب میں ایسی بلا پھیلی تھی کہ سوا مکہ اور مدینہ اور جواثہ کے سخت شور و شر اُٹھا۔ مکہ والے بھی فرنٹ ہونے لگے۔ مگر وہ بڑی پاک روح تھی۔ جس نے انہیں کہا کہ اسلام لانے میں تم سب سے پیچھے ہو۔ مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو۔ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ میرے باپ کے اوپر جو پہاڑ گرا ہے وہ کسی اور پر گرتا تو چور ہو جاتا۔ پھر بیس ہزار کی جماعت مدینہ میں موجود تھی اور چونکہ آنحضرت ﷺ حکم دے چکے تھے کہ ایک لشکر روانہ کرنا ہے۔ بس اسکو بھیج دیا۔

ادھر اپنی قوم کا یہ حال تھا مگر آخر خدا نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلایا۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ کا زمانہ آ گیا۔ اس وقت بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد ابو بکرؓ کے زمانہ میں صحابہ کرام کو بہت سی مساعی جمیلہ کرنی پڑیں۔ سب سے پہلا اہم کام جو کیا وہ جمع قرآن ہے۔ اب موجودہ صورت میں جمع یہ ہے کہ اس پر عملدرآمد کرنے کی طرف خاص توجہ ہو۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے زکوٰۃ کا انتظام کیا۔ یہ بڑا عظیم الشان کام ہے۔ انتظام زکوٰۃ کے لئے اعلیٰ درجہ کی فرمانبرداری کی ضرورت ہے پھر کنبہ کی پرورش ہے۔ غرض کئی ایسے کام ہیں۔ اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔ وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں۔ ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے، واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے کو شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی"۔

(الحکم ۶ جون ۱۹۰۸ء)

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے مسند خلافت پر رونق افروز ہوتے ہی 14 مارچ 1914ء کو جو ایمان افروز تقریر فرمائی اس نے مبایعین کے قلوب سکینت سے بھر دیے۔ آپ نے تقریر کی ابتداء ان الفاظ سے فرمائی:-

"اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ: سنو! دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ میرا یقین ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے۔ میرے پیارو! میرا وہ محبوب آقا سید الانبیاء ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی کی ایسی شان اور عزت ہے کہ آپ کی سچی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ میرا ایمان ہے اور پورے یقین سے کہتا ہوں۔ پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے۔ پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی نبی تھے جس کی خبر "مسلم" میں ہے اور وہی امام تھے جس کی خبر "بخاری" میں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ شریعت اسلامی میں کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتداء کرو، وہ نبی کریم ﷺ کی دعاؤں اور کامل تربیت کا نمونہ تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد دوسرا اجماع جو ہوا وہ وہی خلافت حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہوگئی تو گھٹتی گئی۔ یہاں تک کہ اب جو اسلام اور اہل اسلام کی حالت ہے تم دیکھتے ہو تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی منہاج نبوت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ کے وعدوں کے موافق بھیجا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافت راشدہ کا چلا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب (ان کا درجہ اعلیٰ علیین میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل کرے۔ جس طرح پر آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ان کے دل میں بھری ہوئی اور ان کے رگ و ریشہ میں جاری تھی جنت میں بھی اللہ تعالیٰ انہی پاک وجودوں اور پیاروں کے قرب میں آپ کو اکٹھا کرے) اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا (دین حق) مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا۔ اس وقت جو تم

نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میں اس بوجھ کو اٹھاؤں اور تم نے بیعت کے ذریعہ اظہار کیا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہارے آگے اپنے عقیدے کا اظہار کروں۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا۔ تم نے مجھے اس وقت غلام بنانا چاہا ہے تو وہ کام مجھے نہ بتانا جو میں نہ کر سکوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں۔ میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ دنیا کی ہدایت کر سکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا۔ ہم تھوڑے ہیں اور (دین حق) کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہاء ہیں۔ تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو۔ میں انسان ہوں اور کمزور انسان۔ مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا۔ تم سے غلطیاں ہوں گی تو خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگذر کروں گا اور میرا اور تمہارا متحد کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض وغایت کو عملی رنگ میں پیدا کرنا ہے۔ پس اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو۔ تم مجھ سے اور میں تم سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا۔ تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی۔ اگر نعوذ باللہ کہوں کہ خدا ایک نہیں تو اسی خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں ہم سب کی جان ہے جو وحدہٗ لَاشَرِیک اور لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ہے کہ میری ایسی بات ہرگز نہ ماننا۔ اگر میں تمہیں نعوذ باللہ نبوت کا کوئی نقص بتاؤں تو مت ماننو۔ اگر قرآن کریم کا کوئی نقص بتاؤں تو پھر خدا کی قسم دیتا ہوں مت ماننو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو خدا تعالیٰ سے وحی پا کر تعلیم دی ہے اس کے خلاف کہوں تو ہرگز ہرگز نہ ماننا۔ ہاں میں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ امر معروف میں میری خلاف ورزی نہ کرنا۔ اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لو گے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا اور ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی اور میں اپنے مولیٰ کریم پر بہت بڑا بھروسہ رکھتا ہوں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ میری نصرت ہوگی۔ پرسوں جمعہ کے روز میں نے ایک خواب سنایا تھا کہ میں بیمار ہو گیا اور مجھے ران میں درد محسوس ہوا اور میں نے سمجھا کہ شاید طاعون ہونے لگا۔ تب میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور فکر کرنے لگا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا انی احافظ کل من فی الدار۔ یہ خدا کا وعدہ آپ کی زندگی میں پورا ہوا۔ شاید خدا کے مسیح کے بعد یہ وعدہ نہ رہا، کیوں کہ یہ پاک وجود